اِنشائے صفیؔ اورنگ آبادی



مُرتبہ
محبوب علی خاں اخگرؔ قادری

o نام کتاب : انشائے صفی اورنگ آبادی
o مرتب : محبوب علی خاں اخگر
o صفحات : (۹۶)
o تعداد : (۳۰۰)
o سن اشاعت : ۱۹۹۶ء
o قیمت : -/Rs, 40 لائبریریز کے لیے -/Rs, 80
o کتابت : محمد عبدالرؤف
o کتابت سرورق : ریاض خوشنویس
o سرورق آرٹ : ولی محمد صدیقی (ART SPAN) جمال مارکٹ.
o طباعت لیتھو : دائرہ پریس چھتہ بازار.
o طباعت سرورق : چرشمہ آفسٹ پریس خیریت آباد
o جلد بندی : حفیظیہ بک بائینڈنگ. چھتہ بازار

ملنے کے پتے :

o حسامی بک ڈپو مچھلی کمان حیدرآباد ۲
o تاج بک ڈپو مسجد چوک حیدرآباد ۲
o مکتبہ شاداب ریڈ ہلز حیدرآباد
o مکتبہ جامعہ لمیٹیڈ اردو بازار جامع مسجد دہلی ۶

o مکان مرتب :- نصیب مینشن 19.3.262/17/2 جہاں نما حیدرآباد ۵۳
فون: 4570228 ÷ 522122



حضرت صفیؔ اورنگ آبادیؒ

ترتیب

میں تو میں ہوں اپنا لکھا وہ بھی پڑھ سکتے نہیں

ہر جوابِ خط نوشتہ ہے مری تقدیر کا

صفیؔ



خود کو گِنتا ہے سب سے ناداں اچھا
خود ہی اچھا نہ اس کا دیواں اچھا
پھر بھی مانو صفؔی کو اے اہلِ دکن
باہر کے ولی سے گھر کا شیطاں اچھا



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم



۱۔ ڈاکٹر ابوالنصر محمد خالدی صاحب مرحوم
سابق صدر شعبۂ تاریخِ اسلام جامعہ عثمانیہ
جنھوں نے سب سے پہلے حضرت صفیؔ کے خطوط
بہ غرض اِشاعت جمع کیے تھے۔

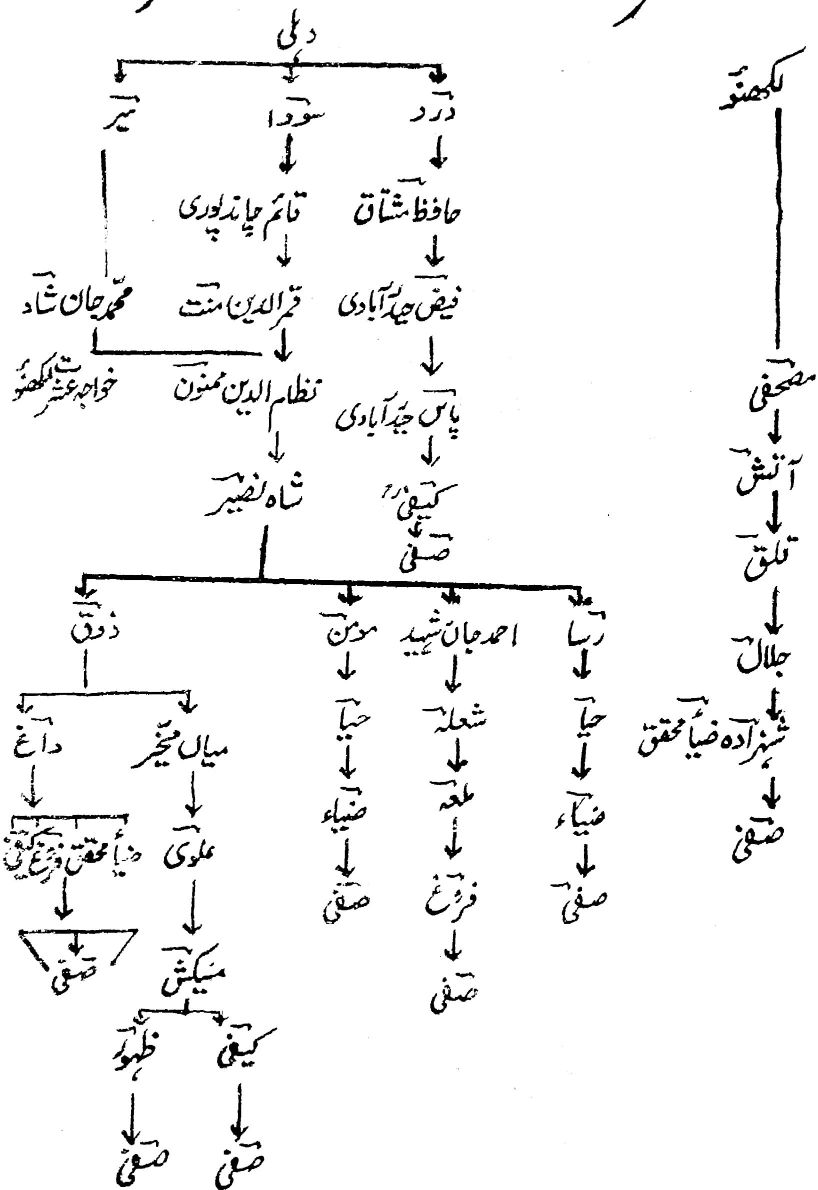
۲۔ برادرِ عزیز جناب خواجہ معین الدین عزمیؔ اور اُن کی اہلیہ
محترمہ حُمیرا عزمیؔ کے نام۔

اخگر قادری

حضرت صفی کے بارے میں

نام : حکیم محمد بہاء الدین، بہبود علی صفی اورنگ آبادی
ولدیت : حکیم محمد منیر الدین صدیقی
تاریخ پیدائش : ۲۵ رجب ۱۳۱۰ھ
مقام پیدائش : اورنگ آباد سکونت مغلپورہ۔ حیدرآباد
اساتذۂ صفی : شہزادہ ضیا گورگانی ظہور دہلوی، عبدالولی فروغ، رضی الدین حسن کیفی،
تاریخ وفات : ۱۵ رجب ۱۳۷۳ھ م ۲۱ مارچ ۱۹۵۴ء
مقام انتقال : دواخانہ عثمانیہ
تدفین : احاطہ درگاہ حضرت سردار بیگ آغا پورہ۔ حیدرآباد۔
صفی سے متعلق کتابیں : ۱. یادگار صفی سب رس صفی نمبر ۱۹۵۶ء مرتبہ ادارۂ ادبیات اردو
۲. انتخاب کلام صفی مرتبہ : مبارز الدین رفعت ۱۹۶۳ء
۳. پراگندہ مجموعہ کلام ۱۹۶۵ء مرتبہ : خواجہ شوق
۴. فردوس صفی ۱۹۶۸ء مرتبہ : ابوالخلیل سید غوث یقین (پاکستان)
۵. گلزار صفی ۱۹۸۷ء مرتبہ : رؤف رحیم (ایم اے)
۶. سوانح عمری صفی اورنگ آبادی ۱۹۸۹ء مرتبہ : محمد نورالدین خاں
۷. تلامذۂ صفی اورنگ آبادی ۱۹۹۱ء مرتبہ : محبوب علی خاں اخگر
۸. اصلاحات صفی اورنگ آبادی ۱۹۹۳ء مرتبہ : محبوب علی خاں اخگر
۹. خمریات صفی اورنگ آبادی ۱۹۹۵ء مرتبہ : محبوب علی خاں اخگر
۱۰. کلام صفی اورنگ آبادی ۱۹۹۳ء مرتبہ : نورالدین خاں

حضرت صفی اورنگ آبادی کے اساتذہ کا شجرہ



صفی کے خطوط ـــــ ایک مطالعہ

خط، بیشتر اصحاب کے نزدیک ایک قطعی نجی معاملہ ہے۔ دو[2] افراد کے مابین دان کا اپنا کہ کسی تیسرے کردار کو اس سے علاقہ نہیں رکھنا چاہیئے۔ (اوروں کے خطوط پڑھنا یوں بھی ہمارے ہاں معیوب سمجھا جاتا ہے) لیکن کئی شخصیات ایسی ہوتی ہیں، ادیب، شاعر، مذہبی رہنما، سیاستداں، قومی قائدین اور دیگر فنکار وغیرہ جن کی زندگی اُن کی اپنی ہوتے ہوئے بھی اوروں کی ہوتی ہے اور وہ معاشرے کا جزوِ لاینفک ہوتے ہیں، اپنے سے زیادہ معاشرے کے ـــ اور ان کے فن کی طرح اُن کی زندگی اور کاروبارِ زندگی پر معاشرہ کا حق ہوتا ہے اور معاشرہ کو اس کا اختیار ہے اور ہونا چاہیئے کہ وہ فنکار کی شخصیت اور اس کی نجی زندگی کے پہلوؤں پر نظر رکھے، محاسبہ کرے۔ اس طرح ادھر جو بھی ہو فنکار کے فن کی تفہیم میں مدد ملتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے ادیبوں شاعروں اور رہنماؤں وغیرہ کے خطوط محفوظ رکھے جاتے ہیں، انھیں تلاش کیا جاتا ہے اور اُن کی ترتیب اشاعت عمل میں آتی ہے۔ اور یہ خطوط ہماری معاشرتی اور سیاسی زندگی ہی میں اہمیت نہیں رکھتے، زبان و بیان، موضوع و مواد، طرزِ ادا اور اسلوب کی وجہ سے بھی ہمارے ادبی سرمایہ کا وقیع حصہ بن جاتے ہیں۔ غالب اور رشید احمد صدیقی کے خطوط تو اردو کے ادبی تاج محلوں میں شمار ہوتے ہیں۔!

صفی اورنگ آبادی، اردو شاعری کے دبستانِ دکن کے دُرِ یکتا ہیں۔ ان کی قدر و قیمت کا اندازہ ہوتے ہوتے ہوگا۔ ابتداء میں اُن کو وہ مرتبت نہیں ملی جس کا وہ استحقاق رکھتے تھے لیکن اب اہلِ نظر ان کی سمت متوجہ ہو رہے ہیں۔ اُن کے شعری مجموعوں کی اشاعت عمل میں آچکی ہے۔ اُن کے تلامذہ کے بارے میں کتاب شائع ہوچکی ہے۔ سوانح عمری اور تلامذہ کے کلام پر اُن کی اصلاحات کو یکجا کر کے زیورِ طبع سے آراستہ کیا جاچکا ہے۔ ان کے خمریاتی اشعار کو علیحدہ طور پر کتابی صورت میں پیش کر دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ بھی ـــــ اندازہ ہوتا ہے کہ صفی کی اور



پروفیسر سُلیمان اطہر جاوید

اُن کے بارے میں مزید چیزیں سامنے آئیں گی یوں جلد ہی ہمارے کُتب خانوں میں "صفیات" کا ایک گوشہ اپنی جگہ بنالے گا۔ تنقیدی زاویہ سے بھی صفی کے کلام کا کچھ اور جائزہ لیا جائے تو یہ سرمایہ زیادہ بھرپور اور مزید وزن و وقار کا حامل ہوگا صفی کے تعلق سے ایک اور سعی، صفی کے خطوط کی اشاعت ہے۔ صفی کے خطوط کے اس مجموعہ میں خطوط کی تعداد زیادہ نہ سہی لیکن یہ خطوطِ صفی کا اولین مجموعہ ہے اور یہی اس کی اہمیت ہے۔!

صفی ہرچند کہ یار باش آدمی تھے لیکن انھوں نے بڑی بے نیازی کے ساتھ اور قلندرانہ زندگی گزاری۔ یہ اُس زمانہ کی بات ہے جب کہ اہلِ حیدرآباد کو کچھ ایسا احساس تھا کہ ہم ہندوستان میں رہتے ہوئے ہندوستان سے دُور ہیں۔ شمالی ہند والوں سے بہت کم مَراسم تھے، خط و کتابت کچھ اور کم۔ چنانچہ اس مجموعہ میں خطوط زیادہ تر اہلِ حیدرآباد ہی کے موسومہ ہیں اور یہ حلقہ بھی نہایت محدود ہے جن میں مخصوص دوست احباب، حکیم اور شاگرد شامل ہیں۔ شمال اور شمالی ہند کے اصحاب کا تذکرہ ذیلی ضمنی طور پر آگیا ہے۔ ایک خط میں یونہی یگانہ چنگیزی کا ذکر آتا ہے لیکن وہ بھی کچھ اور انداز سے ان دنوں یگانہ نے اپنا تخلص یاس ابھی ابھی ترک کیا تھا۔

میر یاور علی خنجر (شاگردِ صفی) اُن دنوں عثمان آباد میں برسرِ ملازمت تھے۔ یگانہ چنگیزی بھی یہیں نئے نئے ماموریِ خدمت ہوئے تھے۔ یاور علی خنجر نے یگانہ سے ملاقات کے بعد صفی کو اپنے تاثرات سے یوں واقف کرایا۔ (خط مورخہ ۱۸ خورداد ۱۳۳۷ فصلی)

"مرزا واجد حسین یاس عظیم آبادی لکھنوی مصنف "چراغِ سخن" چار پانچ روز ہوئے یہاں آئے ہوئے ہیں۔ بہت فلاکت کے عالم میں ہیں مگر بڑے تعلّی پسند! اپنے آپ کو شاعرِ بے نظیر سمجھتے ہیں۔ ... آج کل وہ یگانہ تخلص کر رہے ہیں"۔

صفی نے اس کے جواب میں اشارتی انداز میں لکھا جس سے یگانہ کے بارے میں اُن کے خیالات کا تھوڑا بہت قیاس کیا جاسکتا ہے۔ (خط مورخہ ۲۰ خورداد ۱۳۳۷ فصلی)

"دوست ہو یا دشمن۔ یگانہ ہو یا بیگانہ۔ سب کے لیے یاس بد ہے۔

دوں کی بانکنا مزہ بھی دیتا ہے تو نظم میں نثر میں نہیں، دروغ کو فروغ کبھی نہیں ہوتا۔"

شاعر کی حیثیت سے صفی کا مقام نہایت اونچا ہے۔ اپنے اشعار میں محاورہ ضرب الامثال اور مقامی مروجہ الفاظ کے استعمال سے پتہ چلتا ہے کہ اُن کو زبان و بیان پہ کتنا قابو تھا۔ وہ الفاظ و تراکیب وغیرہ کو اپنے حسبِ ضرورت اور حسبِ موقع فنکاری کے ساتھ استعمال کرنے کا ہنر جانتے تھے۔ ان کی غزل میں ندرت و بانکپن کا باعث یہ بھی ہے۔ صفی کے خطوط کے مطالعہ کے بعد کہا جا سکتا ہے کہ اُن کو نثر پر بھی ویسی ہی مہارت حاصل تھی۔ ان کی نثر نہایت سادہ سہل اور رواں دواں ہوتی ہے، ایک حلاوت لیے ہوئے کہ پڑھتے ہوئے قاری ایک اپنائیت اور لطف محسوس کرتا ہے۔ لگتا ہے صفی کا مقصود صرف مافی الضمیر کی ترسیل نہیں بلکہ مکتوب الیہ کو ایک روح پرور جمالیاتی فضاء سے ہمکنار کرنا بھی تھا۔ ہم بھی یہ خطوط پڑھیں تو کہیں کہیں پر ایسا ہی احساس ہوگا۔ میں یہاں دو تین خطوط سے اقتباسات پیش کروں گا۔ خطِ کشیدہ الفاظ توجہ کے خواستگار ہیں: ایک خط میں لکھتے ہیں۔

"الغرض بیٹھتے اُٹھتے چوک پہنچا ہی تھا کہ رات ایک بجے توپ چلی اور میری ایک نہ چلی۔"

ایک اور خط سے:

"خدا کرے کہ میرا کاتا کپاس نہ ہو جائے اور تفصیلی جواب کے بدلے کہیں صاف جواب پا جاؤں۔"

ایک اور خط میں تذکرہ ہے اپنی علالت کا لیکن عبارت کتنی صحت مند اور توانا ہے:

"پاؤں پھیلا کر چلوں بھی مگر اس میں بھی وہی ڈر ہے کہ یہ موذی مرض اور پاؤں نہ پھیلائے اور آپ کے پاس آتے آتے ہسپتال جانے اور آپریشن کرانے کی نوبت نہ آئے۔ کل تھوڑی دیر بیٹھ کر ستار بجایا تھا تو بُری گت بن گئی۔"

صفی کی دوست نوازی اور یار باشی کے قصّے آج بھی مشہور ہیں۔ اس سے ان ... کے بیشتر پہلوؤں پر روشنی پڑتی ہے۔ دوست احباب اُن کے بچوں اور ا... دوستوں کی سفارش کرنے میں وہ سدا پیش پیش رہتے۔ کہیں کسی کے تقرر کی بات ... محکمے میں کسی کی کارروائی ہو یا کہیں سے کسی کا تبادلہ صفی نے فراخدلی اور خندہ ... کے ساتھ عہدیداران بالا سے متعلقہ افراد کے لیے سفارش کی ہے چونکہ یہ عہدیداران ... کی شخصیت اور اُن کی شاعری سے متاثر تھے اور بلا شبہ ان کی منزلت بھی اُن کے ... ہوتی اس لیے صفی نے اپنے احباب کی ہمیشہ اعانت کی۔ صفی کے خطوط سے ایسے ... واقعات سامنے آتے ہیں۔ مثلاً ذیل کا اقتباس ملاحظہ ہو، یہاں مافی الضمیر ہی نہیں ... بیان کی بھی اہمیت ہے۔ کتنے سلونے اور دلکش انداز میں اپنی بات نوکِ قلم پر لائے ...

"اسحاق بیگ صاحب (برادر مرسل ہٰذا) حکیم پیچ کنٹہ تعلقہ دیگلور اپنا تبادلہ کسی دوسرے مقام پر چاہتے ہیں چونکہ اس وقت طبیب بھونگیر کا تبادلہ کسی اور مقام پر ہو رہا ہے اس لیے اگر اول الذکر اُن کی جگہ آجائیں تو میں اپنے ایک واجب الاحترام محسن کی نظر میں زیادہ عزیز ہو جاؤں گا بات تو صرف اس قدر ہے کہ میں نے آپ سے عرض کیا ہے آپ صدر مہتمم طبابت یونانی سے سفارش فرمادیں اور اُن کا کام نکل جائے۔"

نیز ایک کارروائی کے سلسلے میں اُن کے خط سے یہ اقتباس:

"دوسرے یہ کہ یہ صاحب چچا قادر حسین مرحوم کے فرزند ہیں۔ ان کی کارروائی سررشتہ معتمدی میں آچکی ہے دریافت فرمائیے اور بعجلت وہاں سے بعد تکمیل نکلوانے کی کوشش فرمائیے۔ میں منتظر ہوں۔"

"میں منتظر ہوں" کے الفاظ متعلقہ صاحب کے بارے میں صفی کے تعلقِ خاطر کے آئینہ ... اس مجموعے میں صفی کے مشمولہ خطوط میں شعر و ادب کے موضوعات پر بھی گفتگو ہے۔ لیکن ... کچھ ایسے اہم موضوعات اور مسائل پر اظہارِ خیال نہ ہو لیکن عام افراد سے تعلق رکھنے والی ... پر انھوں نے ضرور توجہ دلائی ہے۔ مثلاً ایک خط میں لفظ "بے ہدی" (بے ہودہ) کے با...

کا ذکر ہے تو کہیں خواجہ حسن نظامی کو اس قحط الرجال میں غنیمت قرار دیا ہے اور کہیں مولوی عبدالحق کی اردو قواعد کی ستائش کی ہے ـــــ اسی کے ساتھ صفی کے خطوط میں حیدرآباد کے میلوں ٹھیلوں اور مقامات وغیرہ کا ذکر بھی ملتا ہے۔ مثلاً کہیں تلنگرات کی تعطیل اور پتنگوں کے تذکرے ہیں تو کہیں ناڑبن کے میلے کے بارے میں اور کچھ ادھر اُدھر کے اذکار بھی ـــــ

غرض صفی کے خطوط اُن کے عہد کے پس منظر کے بعض گوشوں کو واضح کرتے ہیں اپنے عہد کے بارے میں صفی کے خیالات کو سامنے لاتے ہیں۔ شعر و ادب کے بارے میں اُن کی آراء سے اُن کے پرستار اور عام قاری آگاہ ہوتے ہیں۔ اردو کے مکاتیبی ادب میں صفی کے خطوط کا کیا مقام ہوگا اس کا تعین تو اسی وقت ہوگا جب کہ صفی کے اور مکاتیب سامنے آئیں گے لیکن اس مجموعے سے بھی صفی کی شخصیت اور شاعری کے خاصے رُخ منور ہوتے ہیں۔

جناب محبوب علی خاں اخگر لائقِ مبارکباد ہیں کہ انھوں نے صفی فہمی کے سلسلے میں ایک اور قابلِ لحاظ کام انجام دیا ہے۔

پروفیسر سلیمان اطہر جاوید

۱۱ر جولائی ۱۹۹۶ء

شعبہ اردو
یونیورسٹی آف حیدرآباد
حیدرآباد ۵۰۰۰۴۶

حکومت کے الفاظ لکھے ہیں ہم کو
یہ نامے ہیں یا نیم سرکاریاں ہیں
(صفی)

انشائے صفی اورنگ آبادی

حضرت ابوالنصر محمد خالدی (مرحوم) سابق ریڈر تاریخ اسلام جامعہ عثمانیہ کی خدمت میں ناچیز حاضر تھا۔ ذکرِ صفی چل رہا تھا۔ باتوں باتوں میں موصوف نے فرمایا کہ صفی مرحوم کے خطوط چھپوانے کا ارادہ تھا۔ چند خطوط بھی جمع کر لئے۔ صفی مرحوم کو معلوم ہوا تو اظہار خوشنودی فرمایا اور چند خطوط بھی لاکر دیئے۔ جناب صفی کی بھی خواہش تھی کہ خطوط شائع ہوں۔ کام کی ابتداء ہو گئی تھی۔ جناب معین الدین عزمی (خویش جناب خالدی) نے بڑی دلچپی لی اور ان خطوط کو کتابت کے لیے خوش خط لکھنا بھی شروع کیا تھا لیکن اتفاقات ہیں زمانے کے۔ ہوا یہ کہ اس عرصہ میں جناب صفی کا انتقال ہو گیا۔ اُدھر جناب خالدی کچھ جامعہ اور کچھ خانگی مصروفیتوں میں الجھے رہے نتیجتاً خطوط کی ترتیب و طباعت کا کام ٹھپ ہو گیا حاصل شدہ خطوط اگر جناب خالدی اپنے ہاں ڈال رکھتے تو بہت ممکن تھا یہ اوراق پریشاں کہیں پڑ جاتے اور ان کی بازیافت مشکل ہو جاتی۔ جناب خالدی کی عالمانہ دور اندیشی اور بصیرت تھی کہ اُنھوں نے ان خطوط کو ادارۂ ادبیات اردو حیدرآباد میں محفوظ کر دیا تاکہ آئندہ صفی پر کام کرنے والوں کے کام آسکیں۔ جناب خالدی نے مجھ سے فرمایا کہ ادارہ ادبیات اردو جاکر ان خطوط کو دیکھوں اور استفادہ کروں۔ میں نے ایسا ہی کیا بلکہ جناب رمن راج سکسینہ سکریٹری ادارہ کی تحریری اجازت سے ان کے زیراکس بھی لے لیے تاکہ داشتہ آید بکار۔ خطوط کاتب کی شخصیت کے آئینہ دار اور پیرتو ہوتے ہیں۔ ان تھوڑے سے خطوں میں جناب صفی کی افتاد طبعیت اور واردات کے بعض اہم پہلو نکل آئے جن سے "سوانح عمری صفی اورنگ آبادی" کی ترتیب میں بہت مدد ملی!

"سوانح عمری صفی اورنگ آبادی" شائع ہونے کے بعد مجھے شوق نے اکسایا اور ارادہ ہوا کہ جناب خالدی مرحوم کی خواہش کے احترام میں ان خطوط کی طباعت کی سعادت حاصل کردں مزید خط جمع کرنے کا بھی خیال تھا۔ ان خطوط کو پڑھ کر میں جناب صفی کے دلکش اسلوب نگارش سے متاثر ہوا۔ اس لیے میں چاہتا تھا کہ دکن کے استادِ سُخن کا نثری سرمایہ یکجا اور محفوظ ہو جانا چاہیے۔ اپنے ارادہ کو میں عملی جامہ نہ پہنا سکا اور تاخیر ہوتی گئی۔ میرے دوست جناب محبوب علی خاں اخگر کو جب میری اس کوتاہی کا علم ہوا تو انھوں نے دبی زبان سے اپنی اس خواہش کا اظہار کیا کہ اگر میں مناسب سمجھوں اور پسند کروں تو ان خطوں کو وہ چھپوالیں گے۔ پیش نظر مقصد تو ان کی طباعت ہی تھی اور جناب اخگر اس کام کے لیے بہت موزوں تھے کیوں کہ میں جانتا تھا کہ "مرد جو کہتے ہیں کرکے دکھا دیتے ہیں" اس لیے یہ سرمایہ میں نے ان کے حوالے کر دیا کہ تو دانی حساب کم و بیش را۔ جناب اخگر نے اِن خطوط پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ چند خطوط اور تحریریں گھوم پھر کے حاصل کیں۔ انھوں نے بہت خوش اسلوبی سے اس ذمہ داری کو پورا کیا جناب خالدی کے خواب کی تعبیر "انشائے صفی اورنگ آبادی" کے روپ میں آج جلوہ نما ہے جو جناب اخگر کی سعیٔ پیہم اور جذبۂ شوق کی رہین منت ہے۔

مکتب صفی اورنگ آبادی سے وابستگی کے ناطے انہیں جناب صفی سے بڑی عقیدت ہے اور اس عقیدت مندی کا کرشمہ ہے کہ انھوں نے سنہ ۱۹۹۱ء میں "تلامذہ صفی اورنگ آبادی" ۱۹۹۳ء میں اصلاحات صفی اورنگ آبادی" اور سنہ ۹۵ء میں "خمریات صفی اورنگ آبادی" بڑے آب و تاب سے مرتب و شائع کیے۔ متذکرہ پہلی اور دوسری کتاب ایسی منفرد جامع کتابیں ہیں جو پہلی مرتبہ دکن سے شائع ہوئیں۔

کتاب "انشائے صفی اورنگ آبادی" زیورِ طبع سے مزین ہو کر منظر عام پر آئی ہے۔ تو اس کی اہمیت اس لیے ہے کہ پہلی مرتبہ اس بات کا انکشاف ہو رہا ہے کہ جناب صفی نہ صرف شعر گوئی میں طرز خاص کے سخنور تھے بلکہ منفرد انداز کے نثر نگار بھی تھے۔

جناب محبوب علی خاں اخگر نے کسی ادارہ کی امداد کے بغیر اپنے ہی بل بوتے کتاب

شائع کرکے جناب صفی کے کہے کو سچ کر دکھایا کہ "بندہ کسی کا بندۂ احساں نہ ہو سکا"
یقیناً اہل ذوق ان کی اس ادبی خدمت کو قدر کی نگاہوں سے دیکھیں گے اور پذیرائی فرمائیں گے۔

چبوترہ سید علی — محمد نورالدین خاں
۱.۶.۱۹۹۶ء — صدر ادبستان دکن

"خط" پر حضرت صفی کے اشعار

خط نہیں اس کو تو کہتے ہیں شکایت نامہ
دیکھا دیکھا اسے میں نے مجھے پہنچا پہنچا

سوچ لوں تو دوں ابھی خط کا جواب
سر کھجانے کی مجھے فرصت نہیں

کیا کیا خیال آئے مجھے اضطراب میں
دیری کبھی ہوئی ہے جو خط کے جواب میں

بے ربط ہو گئی تھی عبارت کہیں کہیں
ظالم نے نقل کی وہی خط کے جواب میں

کچھ وضع اور شان نہ سوجھی عتاب میں
قاصد سے پہلے آئے وہ خط کے جواب میں

اظہار حقیقت

جناب صفی اورنگ آبادی کا بڑا قلندرانہ مزاج اور آزاد منش طبیعت تھی یہی وجہ ہے کہ متاہلانہ زندگی کی ذمہ داریوں سے بے نیاز اور ملازمت سے آزاد رہے ان کی وقت گزاری، دلچسپی اور دل بستگی کے دو مرکز تھے ایک ان کا حلقۂ احباب اور دوسرے تھے ان کے شاگرد۔ دوستوں کے بغیر انھ چین نہیں ملتا تھا۔ برائے نام آشنائی نہ تھی بلکہ دوستوں کے غمخوار اور ناز برد تھے۔ دو شعر ان کی دوست پرستی کو سمجھنے کافی ہیں:۔

صفی کو فکر نہیں دین اور دنیا کی ؛ اسے تو آٹھ پہر دوست آشنا ہونا

میرے سارے دوست ہی معشوق ہیں گویا صفی ؛ روٹھ ہی جاتے ہیں فرمائش اگر کوئی

شاگردوں کی بات اور تھی۔ بڑا مشفقانہ ان کے ساتھ برتاؤ تھا۔ دوستوں سے تکلف مگر شاگردوں کے ساتھ حفظ مراتب کا رکھ رکھاؤ کیوں کہ ان کے نزدیک

صفی استاد کا اور باپ کا رتبہ برابر ہے

اس گفتگو کا ماحصل یہ ہے کہ اس وقت جناب صفی کے خطوط پیش نظر ہیں یہ چند کے سب دوستوں اور شاگردوں کے نام ہیں۔ یہ خطوط دوستوں کے سا مخلصانہ اور شاگردوں کے ساتھ مشفقانہ روابط کو ظاہر کرتے ہیں۔ بڑے ز دل خوش طبع اور بذلہ سنج تھے ان کی باغ و بہار شخصیت کی ساری خوبیاں ا تحریروں میں پرتو فگن ہیں۔ جس طرح ان کی شاعری کا ایک آہنگ ہے۔ لب ہے اسی طرح نثر نگاری میں بھی انفرادیت نمایاں ہے۔ باقاعدہ نثر نگاری کو نہیں بنایا۔ دل جمعی کے ساتھ اس کوچہ میں قدم رکھتے تو طرز خاص کے ادیبوں شمار ہوتا۔ انھیں اپنی شوخیٔ تحریر یہ کا اندازہ تھا چنانچہ اپنے شاگرد جناب خنجر ہیں "ارمان ہے کہ میرے خط بھی غزلوں کی طرح چٹ پٹے ہوا کریں۔ ان

پڑھنے والے مزے لے لے کر پڑھا کریں... دُعا فرمائیے خدا اطمینان دے اور سامان !" معلوم نہیں کتنے خطوط ہوں گے جو ہمیں دستیاب نہیں ہوئے مگر یہ خطوط جو ہماری دسترس میں ہیں ان کے انداز نگارش کی شگفتگی، طرز ادا کی دلکشی اور خوبیٔ بیان کے بانکپن کے یادگار نمونے ہیں۔ حد تو یہ ہے کہ حکیم صاحب کو اپنی کیفیت کی لکھی چھٹیوں میں تحریر کی ایسی خوبی اور طبی فنی معلومات کا اظہار ہوتا کہ حکیم صاحب متاثر ہوئے بغیر نہ رہتے اور ان چھٹیوں پر تعریفی کلمات لکھ بھیجنے پر مجبور ہوتے تھے ایسے ہی ایک کیفیت کی چھٹی پر حکیم صاحب نے لکھا۔ "آپ کی جادو بیانی، دیدہ زیب خوش خطی، نکاتِ طبی، بعض بعض خاص استفسارات کو میں قلم سے ادا نہیں کر سکتا۔"

ایک دوسری چھٹی پر حکیم صاحب لکھتے ہیں۔ "حضرت قبلہ نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے انشاء پورا ہوا۔ میں کچھ لکھوں تو کیا لکھوں: صرف یہ عرض کرتا ہوں کہ ان چھٹیوں کو محفوظ فرما دیجئے تاکہ مجموعہ رقعاتِ صفی کا کام دے۔ صبح چھ بجے سے مکان پر اور اب دواخانہ پر مرضاء کا تسلسل برابر ہے اس سے دل و دماغ پر جو انقباضی کیفیت کی ابتدا ہو رہی تھی اور بعض مرضاء کے بے موقع استفسارات نے خیالات کو مکدر کر دیا تھا آپ کی پُر لطف تحریر نے انبساط پیدا کر دیا۔ بس اب ختم کرتا ہوں۔" تحریر کا کمال تو یہ ہے کہ جس کے پڑھنے سے پژمردہ دل شگفتہ ہو جائیں اور تھکے ہوئے دماغ تازگی محسوس کریں جناب صفی کے خطوط ان ہی خوبیوں سے مملو اور متصف ہیں۔

جناب صفی بڑے خوش خط تھے جو کچھ بھی لکھا اس میں دلکشی ہے۔ بعض خط کے آخر میں صفی لکھنے کی بجائے صرف صفی کے حروف کے اعداد (۱۸۰) لکھ دیتے تھے بدقسمتی سے جناب صفی کے دوست احباب اور قدیم شاگرد دُنیا سے رخصت ہو گئے اس لیے مزید خطوط یا تحریر کی دستیابی میں ہمیں کچھ زیادہ کامیابی نہ ہو سکی۔ یہ جو کچھ ہمیں ملا ان پر اکتفا کرنے پر مجبور ہوئے اور غنیمت سمجھا۔ ان خطوط اور نوشتوں کی ادبی اہمیت اس لیے ہے یہ جناب صفی کے لکھے ہوئے ہیں اور پہلی مرتبہ جمع اکٹھا ہو کر شائع ہوئے ہیں اور منظرِ عام پر آئے ہیں۔ جناب صفی نے فرمایا تھا ۔۔

ہم نے جب اپنے اوائل کے نوشتے دیکھے
نکل آئے ہیں بڑے کام کے اکثر کاغذ

ہمارے لیے تو اکثر "کاغذ" نہیں بلکہ سارے نوشتے "چاندی کے ورق" سے زیادہ قیمتی ہیں کہنے کو تو یہ چند اوراق ہیں بہت کم ہیں لیکن وزن میں بہت زیادہ اور گراں مایہ ہیں۔ جناب صفیؔ پر لکھے گئے مضامین و مطبوعات کے سلسلہ کی یہ کتاب "انشائے صفیؔ" اورنگ آبادی ایک ضروری اور اہم کڑی ہے۔

میرے لیے یہ بتانا بھی ضروری ہے کہ جناب صفیؔ نے جن جن کو خط لکھے ہیں اس سے یہ اندازہ ضرور ہوتا ہے کہ ان کے مخاطب ان کے دوست اور شاگرد ہیں لیکن افسوس یہ ہے کہ ان اصحاب کے نام معلوم نہ ہوسکے۔ کس سے پوچھیں؟ کیوں کہ نہ کاتب موجود ہے نہ مکتوب علیہ بقید حیات۔

جناب نورالدین خاں صاحب نے اس کتاب میں شامل اپنے مضمون میں مختصر طور سے سب کچھ بتا دیا ہے کہ یہ خطوط کیوں کر ملے اور کہاں سے ملے موصوف نے بخوشی طباعت کے لیے انہیں میرے حوالے کئے اور میں نے "انشائے صفیؔ اورنگ آبادی" کے نام سے شائع کیا ہے۔ میں نے اپنا فرض ادا کر دیا ہے۔ اب چاہے اہلِ ذوق اس کتاب کو جس نظر سے دیکھیں۔ سب سے پہلے میں جناب محمد نورالدین خان صاحب کا مشکور ہوں کہ جن کی دلچسپی اور عملی تعاون کی وجہ سے ان خطوط کی طباعت اور پیش کشی ممکن ہوسکی کتابت کے لیے جناب محمد عبدالرؤف صاحب اور جناب ریاض خوشنویس کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ جناب ولی محمد صدیقی صاحب آرٹسٹ نے سرورق دیدہ زیب بنایا موصوف میرے شکریہ کے مستحق ہیں۔ طباعت کے لیے دائرہ پریس اور جلدبندی کے لیے حفیظیہ بک بائینڈنگ کا شکر گزار ہوں۔ فقط

محبوب علی خاں اخگر قادری
نصیب منش۔ جہاں نما
۲/۱۷/۲۶۲۔۳۔۱۹
فون: 4570228 ؛ 522122


مکاتیب

مکرمی

وعلیکم السلام

کل آپ کی چٹھی شام کے ۴ بجے ملی۔ میرے پاس اس وقت آپ کے روزنامے (بیمیں نمبر) کے قابل کوئی منظوم موجود نہیں۔ اپنی افکار سے اس طرف خیال تک نہیں آیا۔ آپ کا منشاء ہے کہ "جو کچھ بھی ہو سکے" بھیج دوں اس کی تعمیل حکم میں ایک غزل کے (۹) شعر بھائی عمر یافعی صاحب کی وساطت سے روانہ خدمت ہیں۔ میرے نزدیک اس بے وقت کی راگنی کو "وقت" کی انجمن میں شاید ہی جگہ مل سکے۔ قبول کرنے۔

الغرض ـ "مصلحت بین و کار آسان کن"

غزل

وہ میں نہیں رہا وہ مرا دل نہیں رہا
اب ان کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہا

کیوں اُن کے لطف خاص کے قابل نہیں رہا
وہ میں نہیں رہا کہ مرا دل نہیں رہا

اب وہ اگر خفا ہیں تو یہ بھی ہے اک خوشی
مرنا ہمارے واسطے مشکل نہیں رہا

منزل پہ جب پہنچ گئے ہم اور شیخ جی
آپس میں اختلاف مسائل نہیں رہا

سوتے میں بھی رہی وہی رنگینیٔ خیال
غفلت میں بھی میں آپ سے غافل نہیں رہا

زخم نگاہِ ناز نہیں ہے تو زہر کھا
کر خودکشی اگر کوئی قاتل نہیں رہا

دُنیا غرض کی رہ گئی۔ اب اس سے کیا غرض
محفل میں لطفِ شرکت محفل نہیں رہا

دل اور آرزو نہ ہو کیا واہیات ہے
میں ایسی لغویات کا قائل نہیں رہا

بے بندگی بھی اُن کی رہی بندہ پروری
سب کچھ رہا۔ اگرچہ میں سائل نہیں رہا

بس بس فریبِ ترک تعلق نہ دے صفی
چھوڑا ہے اس کو تو نے جو حاصل نہیں رہا

۲۹۔ آذر ۱۳۳۲ ف

بچی ! تسلیم

تمہارے پوچھے ہوئے دو لفظ

"مصالحہ اور دوپٹہ"

سب سے پہلے یہ سنو! جنھوں نے قاعدہ بنایا ہے وہ بھی آدمی تھے۔ اتنا ہے سمجھ والے اور محنتی۔ بے وقوف اور کاہل نہ تھے۔ ان میں ایک قسم اور بھی ہے روٹیاں کمانے کی خاطر جو تصنیف و تالیف کرتے ہیں ان کی کتابیں ایسی ہی ہوتی ہیں کسی طرح سے ہو چار پیسے سیدھے کر لیتے ہیں۔ اور جو بقاءِ نام کے لیے کام کرتے ہیں صدیوں تک اُن کا جواب نہیں ملتا۔ خدا سر رشتہ پنجاب کا بھلا کرے یہ کالو بلا (قالو بلیٰ) والے غضب کرتے ہیں بڑی تو کبھی ہے یں بھستی ہوں۔ مگر جہم سے زیادہ سمجھ موٹی ہوتی ہے جیسے مدارس میں قواعد اردو داخل نصاب ہے سب سے اچھی کتاب عبدالحق صاحب دہلوی کی ہے کچھ نہ دیکھو وہ دیکھو! اس پر بھی جو سمجھ نہ آئے پوچھ لو۔ میں حاضر ہوں۔ اتنی بڑی کتاب کوئی نہیں۔

اچھا اب پہلے "مصالحہ" کو لو۔ ہمارا لہجہ حے (ح) کو بولنے کا عادی نہیں جس طرح عرب قاف (ق) پے (پ) ژے (ژ) ٹے (ٹ) ڈال (ڈ) ہائے مشموم (ھ) نہیں بول سکتے۔ یہ غریب ہندی بھی ح (ض) ص ط ظ ع۔ ث۔ ذ۔ کی ادائی سے قدرتاً معذور ہیں۔ "ح" کو ہ بولتے ہیں ایک قاعدہ یہ بھی ہے کہ "قریب المخرج حرف سے ایک گرا دیتے ہیں اس طرح "مصالہ" ہوا جس نے "مسالہ" لکھا غلط لکھا "مسالہ" ہے صرف کناری گوٹہ کے معنے میں لکھ سکتے ہیں" گرم مسالہ" لکھنا نا جائز ہے گرم مصالہ" لکھنا چاہیے اب رہ گیا ہ کو الف سے بدل سکتے ہیں یا نہیں یعنے مصالا۔ مسالا۔ یہ صرف دو وقت ہو سکتا ہے۔ ایک تو قافیہ الف ہو تو ہ الف بن سکتا ہے مگر وہ لا الف نہیں بن سکتا۔ جس کی اصل ت ہو جیسے مدینۃ سے مدینہ اور تقاضۃ تقاضہ۔ یہ قاعدہ پھر بھی خاص خاص لوگ کہتے ہیں۔ میرا ایجاد یہ ہے کہ جس لفظ پر زور دینا ہو اگر اُس کے آخر ہ ہو تو

الف سے بدل لیں جیسے

اللہ رے آتشیں دوپٹا   شعلے نکلیں اگر ہوا ہو

دوپٹے کا ہ کھینچنا چاہیے تھا جو اپنا زور ادا کرکے الف سے بدل گیا

(یہ قاعدہ کتابی نہیں)

دوسرے "دوپٹہ" کا واد۔ میرے خیال میں سب نے لکھا تو غلطی کی خوش اور خود کی مثال یہاں نہیں ہے وہ فارسی ہے پہلے اودھر لکھتے تھے اب اُدھر لکھتے ہیں ایسا ہی میرے خیال میں "دُپٹہ لکھا کرو" خدا حافظ

صفی
اورنگ آبادی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۲۲ ذی قعدہ ۱۳۵۷ھ

م ۱۱ اسفندار ۱۳۴۸ف ہفتہ

صبح حسبِ عادت حوائج ضروری سے فارغ ہونے کے بعد گھر کا سودا سلف خریدا۔ ناشتہ کیا (۱۰) بجے نواب اُمید نے بلوایا۔۔ گیا۔۔ چائے پی۔ کہنے لگے "آج سرور نگر میں نواب معین الدولہ بہادر کی پتنگ بازی ہے۔ آپ کے شاگرد یقین مقابلے کی پارٹی ہیں۔ صاحبان پاشاہ نے بھی آنے کا وعدہ کیا ہے ظہر کے بعد چلیئے، ایک یہ سماں بھی دیکھ آئیں گے" میں نے کہا آج چنیا پور کے مشاعرے میں شریک ہونا ہے۔ گئے سال میں پکڑا گیا تھا۔ اب کے نواب قادر الدین خاں تمکین صدر بنائے گئے ہیں خود آکر مجھے دعوت دی ہے۔ دو وقت یاد دہانی کے لیئے بھی تشریف لائے تھے۔ شام کے پانچ بجے لنگم پلی سے چلوں گا تو وہاں رات کو (۹) یا (۱۰) کے لگ بھگ اُتروں گا اور شریک مشاعرہ بھی ہو سکوں گا پھر کوئی دوسری گاڑی بھی نہیں ملتی ہے کہ جا سکوں اور پتنگ بازی کا لطف عصر سے مغرب تک ہی ہے۔ وہ مجبوری کرتے رہے (۱۱) بجے گھر چلا آیا۔ (۱۲) بجے تک اصلاح بنوائی۔ نہایا۔ کپڑے بدلے (۱) بجے غزل کہنے کا ارادہ کیا۔ طرح کے دو

مصرعے تھے۔ ایک تھا "ہوش میں آؤ بے خودی کیسی" پہلے اسی میں دل لگ گیا۔ لکھنا شروع کیا۔

حالِ دل سُن کے خاموشی کیسی — بات پھر اور بات بھی کیسی
زندگی تیرے ہجر میں پیارے — موت ہے موت! زندگی کیسی
تم نے کیسی مزاج پُرسی کی — غیر کی آئی ٹل گئی کیسی
اُن کے آتے ہی رُک گئے آنسو — وقت پر کر گئے کمی کیسی
او نمک پاش دیکھتا بھی جا — ہنستے ہیں زخم دل ہنسی کیسی
ہر عنایت پہ سوچتا ہوں میں — اس قدر بے تکلفی کیسی
کیا کہوں روز پوچھتے ہیں وہ — "رات گزری ہے آج کی کیسی"
میرے مرنے پہ بس یہی پوچھا — "آخری سانس اُس نے لی کیسی"

صفی

مکرمی محترمی معظمی دام عنایتکم

تسلیم۔ والدہ کی دوا پہنچی اور کل ہی سے طبیعت میں سکون اور مرض میں افاقہ شروع ہو گیا۔ شافی مطلق تدبیر میں قدرت اور تجویز میں شفا زیادہ کرے اس کرسی پہ دیکھوں جہاں اس فن کی ترقی ختم ہوتی ہے آمین

۔۔۔ اگرچہ میں قدیم نیاز مند نہیں کوئی خاص حقوق نہیں رکھتا مگر آپ کی عنایت نے دل بڑھا دیا ہے نہ کہنے کی باتیں بھی کہنے کی جرأت ہوتی ہے۔۔۔ اب سمجھئے شہر بھر میں صفی جیسا مشہور ہوں نازم بایں ریش و فش۔

حضرت! شاعر ہوں۔ بس جان لیجئے کہ مفلس ہوں، آوارہ ہوں۔ خانگی علاج کراؤں تو روز روپیہ بارہ آنے کی فیس کہاں سے بھگتوں عنایت کا نہیں رحم کا اُمیدوار ہوں

خاکسار
صفی اورنگ آبادی

۱۱ر شعبان ۱۳۴۶ھ (۴ر فروری ۱۹۲۸ء)

مخدومی مکرمی مسطائی دام عنایتکم

تسلیم

آج کچھ لکھنا نہیں اچھا ہوں دُعا کرتا ہوں۔ مگر ایک بات لکھنی ہے۔ رُکتا ہوں۔ ڈرتا ہوں شرماتا ہوں۔ آپ کی کم فرصتی کا خیال۔ انہماک کا عالم۔ مریضوں کی کثرت۔ یہ سب پیشِ نظر ہیں۔ خدا کے لیے آپ خفا نہوں۔ اور ہونا ہے تو مجھ پر خفا ہو لینا۔

یہ بے چارے میری دوا لاتے ہیں۔ میٹرک پڑھتے ہیں۔ آج سے ان کا سلیکشن ہے۔ ذرا ہفتے بھر تک کم فرصت ہیں۔ میری دوا جلد مل جایا کرے تو عنایت ہوگی ایسی تحریر ایک بے احساس آدمی کی ہونی چاہیے تھی مگر میں کیا کروں ان کے ہاتھ سے دوا منگوانے کے لیے مجبور ہوں۔ مجھ پر رحم فرمائیے ان سے کچھ نہ کہیئے۔

الٰہی آفتاب تاثیر ادویہ تابان و درخشاں باد۔ ۲ فروری ۲۷ ف

خاکسار

صفی اورنگ آبادی

آمین ثمہ آمین

بہت اچھا نہ تشریف لائیے اور دوا انہیں سے منگوا لیجئے۔

دستخط

حکیم صاحب

لے پروفیسر ابوالنصر محمد خالدی صاحب استاذ تاریخ اسلام جامعہ عثمانیہ

زید کرمکم

مہربان صفی! تسلیم۔

میں آپ کو مسیح تو کیا رشکِ مسیح لکھوں، مگر شاعر ہوں۔ اور ہم بے ہُدوں کی اصطلاح میں اس کے معنے کچھ اور ہو جاتے ہیں۔ اس لیے طبیب جانتا ہوں اور تدبیر و تجویز کی قدرت کو دل سے مانتا ہوں۔ اس نثری صاحب قصیدے کی تمہید کا مخلص ہے فضل ایزدِ باری والدہ کا بخار ٹوٹ گیا اور باری نہیں آئی اب نہ گردے کی شکایت ہے نہ بخار کا شکوہ لیکن ہونٹوں پہ بیت۔ پڑ گئے ہیں اور مُہرِ لب اظہار بن کر مانعِ تکلم و موجبِ تکلف ہو گئے ہیں۔

اردو کا ایک محاورہ ہے "منہ میں گھنگنیاں بھر کر بیٹھے رہنا" یہ ایسے مقام پہ کہا جاتا ہے کوئی گفت و گو نہ کر سکے بغیر کسی عارض کی وجہ مجبوراً چپکا بیٹھا رہے۔ خاقانی ہند فرماتے ہیں۔

نہ ڈال آبلے اے گرمیٔ فغاں منہ میں : کہ چپکے بیٹھے رہوں بھر کے گھنگنیاں منہ میں

آپ کو ایک مریض کی کیفیت لکھ رہا ہوں کسی ادبی کتاب کا دیباچہ یا مقدمہ نہیں جس میں شعر شاعری سے استناد کروں۔ لیکن اس سے مقصد صرف ایک کیفیت کا دلنشین کرانا مدِنظر ہے اور کچھ انبساط خاطر بھی۔

میں نے ایک جگہ لفظ بے ہُدی لکھا ہے عام لوگ اس میں واؤ (و) کی زیادتی کرتے ہیں اور "بیہودہ" لکھتے ہیں مگر تحقیق یہ ہے کہ ہُدیٰ کی نفی بے ہُدی یعنے بغیر ہدایت یافتہ۔

دیکھئے "دماغ بے ہُدہ پخت و خیال باطل بست" کثرت استعمال نے ہے (ہ) کے پیش کا اشباع کر کے واؤ (و) کی صورت پیدا کر لی اور بے ہُدی کو بیہودہ بنا ڈالا۔

۲۸ رشعبان ۴۶ھ (۲۸ ۱۹ء)
۱۰ ساعت روز دوشنبہ

قبلہ! تسلیم

آپ مجھے خواہ مخواہ چھیڑتے ہیں شائد منشا یہ ہوتا ہوگا کہ کچھ نہ کچھ لکھوں۔ کاغذ کی کمی نہیں سیاہی کا قحط نہیں۔ قلم تپّی کا ہے وہ نہیں گھستا۔ لیکن "پریشانی میں کوئی کام جی سے ہو نہیں سکتا" غور تو فرمائیے کہ بیماری ہیں بیماری۔ مرض ہیں مرض۔ یہ حاتم کی داستان ہے یا کلیلہ دمنہ کا قصہ یا چوہے کی کہانی۔ گردے کا درد پیچھے پڑا ہے جھک کے چلتا ہوں زمانہ نازک ہے۔ پیٹ چھیکا بن گیا ہے مگر وہ چھیکا نہیں جس میں کھانے پینے کی کوئی چیز ہو۔ اس وجع الکلیہ نے کثرت ادرار کے کلیے کو پورا کر دیا ہے۔ بندہ قادر مجاز ہے لیکن یہ بندہ پیشاب کے روکنے پر بھی قادر نہیں اور سچ تو یہ ہے کہ کسی کے روکے کوئی کیا رکتا ہے خدا کا فضل چاہیئے۔ کیا عرض کروں یہ عرض، مرض سے بھی بڑھ گیا ہے کل اس نے اپنے بڑے جوہر دکھائے۔ تکیے سے بیٹھا رہنا کچھ آرام دیتا تھا مگر اس عارضی آرام پر تکیہ کرنا بھی مفید نہیں ہوا۔ اس وقت کوئی پاس بھی نہیں تھا کہ بھیجتا۔ ہر درد کو بخار لازم ہے اس لیے رات بھر بخار رہا باوجودے کہ وہ لعوق کھا رہا ہوں جو روز عنایت ہوتا ہے اور شائد موسمی رعایت بھی اُس میں ہے۔

کل شام میں ایک دوست آئے اُنھوں نے چربی سمیت گردے تل کر کھانے کی رائے دی میں نے کہا قابض چیزیں نہیں کھاتا۔ وہ اس کو کج بحثی سمجھ کر منقبض ہو گئے اور چلا گئے میں ایسا کہاں تھا کہ لاتا، بٹھاتا، سمجھاتا، مناتا۔ گزشتہ را صلوٰۃ سُنئے بد ہوں لیکن بدپرہیز نہیں۔ مونگ کی دال کھاتا ہوں اور نفخ ہوتا ہے تو شوربا۔ پھلکوں کو شوربے میں دوبارہ پکوا لیتا ہوں کہ سریع الہضم ہو جائیں۔ اگر بدپرہیزی سے کسی خاص طرف اشارہ ہے تو میں آج کہاں سکتا ہوں۔ شہر کے باہر جانا اور شہر بدر ہونا برابر سمجھتا ہوں۔ کئی دن سے فریاد کر رہا ہوں کہ مجھے بلغم شور ہو گیا ہے اور اس کے جواب میں یہی سُنتا ہوں کہ "بدپرہیزی کی ہوگی"۔ میں شاعر ہوں مگر جھوٹا نہیں ہوں۔

درد گردہ کے وقت دل کی حالت بہت خراب ہو جاتی ہے کیوں کر مشتق وہی ہے.
اس بد مزا تکلیف کو سہارے جاؤں اب اتنا دل گردہ نہیں. درد کا مقام سرشریف
کے نیچے تک ہے اور بائیں طرف مثانے کی حد پر ختم ہو جاتا ہے گویا بے حد ہے اور
اپنی حد سے باہر نہیں. دن اور رات میں اب بھی ہر دو تین گھنٹے میں ایک بار پیشاب
ضرور آتا ہے مجرائے بول کا مرض وہم کا سارہ گیا ہے.
اس گنہگار کو یاد پڑتا ہے کہ کثرت ادرار سے بھی گردے لاغر اور ضعیف ہو جاتے
ہیں اور اس کا علاج اُن چیزوں سے لکھا ہے جو گُردے کو فربہ کریں مگر قبض کا ڈر جان
لیتا ہے" تو دانی حساب کم و بیش را"
میں پیشکاری میں بھی ملازم ہوں مگر جیب خاص کا. نوکری اور خانگی نوکری.
اب کے میری تنخواہ بھی بیمار ہو گئی ہے شائد صداقت نامے کی ضرورت ہو تنخواہ تقسیم
کرنے والا مُصدی گویا وہ اندھا ہے جو ریوڑیاں بانٹتا ہے مگر اپنے والوں کو.

صفی اورنگ آبادی

(بنام جناب سید عبدالحفیظ صاحب محفوظ)
مخلص سلمہٗ تسلیم. آپ کا بلدہ آنا میں نے دیکھ لیا تھا شکریہ جو آپ نے
صفائی کر دی. مدیل کے دوست اور میرے تازہ شاگرد سے آپ کی مراد غالباً راغب
ہوگا. "معہ" کا صحیح اِملا "مع" ہے" ذوقی" صاحب کی آپ نے جتنی تعریف لکھی ہے اس
سے زیادہ ثابت ہوں گے. میرا سلام کہئے. یہ پڑھ کر خوشی ہوئی کہ آپ اب وہاں اکیلے
نہیں ہیں. حضرت اماں دونوں کو سلام فرماتی ہیں. کاش "جز وال قدمبوسی" ہمیشہ رہے.
جوہر صاحب کو آپ کا سلام پہنچا دیا ہے. صالح چاوش سے ذرا جھجک رہا ہوں اور اسی
لیئے کہ خوشی سے ان کا کیا عالم ہوگا. شمیم. صمیم. تاباں سے اکثر ملاقات ہو رہی ہے.
پھر وہی ہم ہیں. الخ.

دعا گو. صفی اورنگ آبادی. مغل پورہ

سنیچر - ۱ - آذر ۵۵ ف
مغل پورہ - حیدرآباد

مخلصی ! سلمہ

آپ کی "قدم بوسی وتسلیم" کے بدل میں صرف و علیکم السلام !
آپ نے خط کے دیر سے بھیجنے کی معافی چاہی تو میں بھی تین دن دیری سے جواب دینے کی معافی چاہتا ہوں چلئے "عوض بالمعاوضہ گلہ ندارد" (یہ مثل صحیح ہے یا نہیں اب چھان بین کر لوں گا) ۔

"افسر" صاحب اب تو تشریف لا چکے ہوں گے معلوم ہوا ہے کہ آپ کے دفتر میں یٰسین علی نامی ایک صاحب بھی سررشتہ طبابت سے ترقی کے ساتھ منتقل ہوئے ہیں ۔
یہ سچ ہے تو وہ میرے اور میرے اکثر مخلص اور بے تکلف دوستوں کے مخلص اور بے تکلف دوست ہیں میرا یہ خط انہیں دکھا کر آپ بھی ان کے دوست بن جائیے اور ان پر ہر طرح اعتبار کیجئے ۔ اب کے خط میں ان کا سلام بھی مجھے بھیجئے طبیعت ایک ایسی واقع ہوئی ہیں ۔ آپ دونوں بہت جلد دوست بن جائیں گے وہ ذوقی تخلص بھی کرتے ہیں لیکن شاعری کچھ دن ہی کی ہے ۔
پتے پر اپنے نام کے ساتھ "برائے" ورائے کا لکھنا آئندہ سے مجھ پر چھوڑ دیا کیجئے ۔
آپ کون ؟

حضرت اماں سمیت اچھا ہوں "قدم بوسی کے جواب میں "دعا"
جمعے کی رات "وہ" اور ہم (۳) بجنے تک ساتھ ساتھ رہے ۔ اچھا، خدا حافظ
صفی

نواب صاحب !

فکروں میں مجھے یہ بھی یاد نہیں رہا کہ آپ نے مجھ سے پھر ملنے کا وعدہ لیا ہے اور آج تک بھولا ۔ حادثی کو خدا اچھا رکھے جو یہ کہہ کر رخصت چاہتے تھے کہ میں وہاں جا رہا ہوں اپنا حاضر نہ ہونا یاد آ گیا اب کچھ سوچتا ہوں تو بات بنائے نہیں بنتی ۔ بیمار بھی نہیں تھا کہ کوئی ضعیف

عذر ہی کر سکوں میرا اتنا پیام تو زبانی بھی بھیج سکتا تھا کہ صفی نے سلام کہا ہے اور عذر خواہی کی ہے مگر طرف ثانی کو سوال کا حق ہو جاتا ہے کہ کیا ہاتھ ٹوٹ گئے تھے دو حرف نہ لکھے ورنہ مضمون کا اعجاز، خط کی خوب صورتی، لفظوں کی نشست کشش جھٹکے، عبارت کی بے تکلفی رکھانی منظور نہیں۔ اگرچہ کہ جو کچھ لکھ رہا ہوں وہ ناظم صاحب..... لکھ رہا ہوں مگر قلم کو کیا کروں وہ عادت کے موافق چلتا ہے ہاں یہ دوڑ چلتا نہیں۔ کاش طبیعت کا تکلف میری تحریروں میں بھی ہوتا۔

۱۸۰ ۳ آبان ۴۴ ۱۳ ف

قادری ۱۷ ارمہر ۴۴ ۱۳ ف
۲۴ راگسٹ ۱۹۳۵ء

مکرمی! تسلیم

لیجئے اب لوگوں کو اس کا بھی یقین ہوتا چلا ہے کہ آپ مجھ سے محبت رکھتے ہیں اور میری سنتے بھی ہیں اسی کی تحت یہ لکھنا پڑا۔

اسحاق بیگ صاحب (برادر مرصل ہذا) حکیم نج گنڈہ تعلقہ دیگلور اپنا تبادلہ کسی دوسرے مقام پر چاہتے ہیں چون کہ اس وقت طبیب بھونگیر کا تبادلہ کسی اور مقام پر ہو رہا ہے اس لیے اگر اول الذکر ان کی جگہ آجائیں تو میں اپنے ایک واجب الاحترام محسن کی نظر میں زیادہ عزیز ہو جاؤں گا۔ بات تو صرف اس قدر ہے کہ میں نے آپ سے عرض کیا ہے آپ صدر مہتمم طبابت یونانی سے سفارش فرما دیں اور ان کا کام نکل جائے۔ باقی خیریت۔ فقط

۱۸۰

شوال ۱۳۵۳ھ خدمت مولوی عبد الوحید صاحب مجاہدی

مغل پورہ۔ چیلہ خواجہ

مکرمی سلام مسنون!

مجھے آپ سے ایک ضروری نجی کام ہے لہٰذا آپ تل سنکرات کی تعطیل میں اس دن چار بجے سے پانچ تک کسی وقت غریب خانے پر تشریف لا کر شکر گزار فرمایئے

زیادہ حد ادب صفی اورنگ آبادی

سلمان خان صاحب کے نام

خاں صاحب!

تسلیم۔ مجھے ایک خوشی تو اس دن ہوئی تھی جب کہ آپ کے کامیابی امتحان مڈل کی خبر سنی۔ دوسرا مژدہ اس تقریب کا پہنچا ہے۔ خدا آپ کو اور آپ کے سرپرستوں کو مبارک کرے ایک دن آپ کا سہرا بھی دیکھنا نصیب ہو۔

میں اس دعوت میں اس وجہ سے شریک نہیں ہو سکتا کہ مقام دعوت معلوم نہیں کرایا گیا۔ رقعہ اب رات میں پہنچا ہے۔ کل صبح دعوت ہے وقت بھی اتنا نہیں کہ آپ سے یا کسی اور سے مل کر دریافت کروں۔

بہر حال آپ کا شکریہ اور اگر صاحب قبلہ بدست خود و قلم خود مجھے یہ رقعہ بھیجا ہے یا ان کو اس کا علم ہے تو میرا یہ جواب . . . . . . ان کو دکھا دیجئے ورنہ میں آپ سے پھر کسی طرح صاف نہ ہوں گا اور ان کی نظروں میں نہ جانے کس قدر سبک ہو جاؤں۔

ان آخری تین سطروں کو غور سے پڑھیئے اور عمل کیجئے۔

صفی

---

۳ شہریور ۱۳۴۴ ف

وحید

ابھی جاوش کے مکان میں آپ سے ملاقات ہونے کے بعد جب اپنے گھر پہنچا تو یہ ضرورت واقع ہوئی جس کا نشان اس کے ساتھ منسلک ہے ہونا چاہیئے کہ اس معاملہ میں کہیں عبد الحمید صاحب کچھ خلاف تجویز نہ کریں۔ ممکن ہے کہ اس معاملہ میں جاوش بھی بہت زور کے ساتھ آپ کے پاس سفارش کریں یا ئیں خود ہی آپ کے اجلاس پر آجاؤں۔

فقط

صفی

بھائی وحید!   ۴ رجب ۵۱ھ

ایک تو یہ کہ شاید آپ سو گئے اس لیے بارہ بجے کا وعدہ بھی ٹل گیا اور قریباً اس وقت ڈھائی ہوئے ہیں آئیے اور ضرور آئیے۔ گھر میں ملوں گا یا کمان کی مسجد میں۔

دوسرے یہ کہ یہ صاحب چچا قادر حسین مرحوم کے فرزند ہیں ان کی کارروائی سررشتہ معتمدی میں آچکی ہے۔ دریافت فرمائیے اور بعجلت وہاں سے بعد تکمیل نکلوانے کی کوشش فرمائیے میں منتظر ہوں۔

صفی

کہتے ہیں پڑھو نماز رکھو روزہ ؛ یہ گلشن عالم ہے صفی دو روزہ
واعظ سے کہو یہاں تو حضرت ؛ مل جائے تو روزی ہے نہیں تو روزہ

یہ تو موسمی تحفہ ہے۔

مزاج کی کیفیت یہ ہے کہ دھیمی حرارت اور خفیف سا بخار دن بھر رات بھر رہنے لگا ہے درد اسی انداز پر اسی مقام پر موجود ہے۔ پیشاب کی کثرت کم نہیں ہوتی ہر دو تین گھنٹے میں ایک بار آتا ہے ـــــ جب اسٹیج سے واپس ہوتا ہوں تو گویا اچھا خاصا ہوں مریض نہیں میں نے ڈھونگ کیا تھا مجھے جو عرض کرنا تھا عرض کر دیا آپ جانیں آپ کا کام۔

خاکسار
صفی

۱۰ اسفندار ۱۳۵۰ ف

وعلیکم السلام۔

والد کی ناتندرستی سے بے آرام ہوں ورنہ برابر مزہ
اچھا ہے آپ نے اپنی خیریت لکھ دی ہے نہیں تو مزاج پوچھتا۔
اللہ ری یاد! دوا لکھوی گئی اور بلڈ سے ہیں؟ آپ کے حافظہ کی شکایت کو بیان
سمجھتا ہوں یہ عمر ہی بھول! (واہ کیا بات لکھی ہے "ایسے وقت تو خوش کہ وفات مانوں
کردی") دیکھئے پہنچا ان نہیں بے پروائی کہیے اور خود لکھی!
آپ بہت جلد باز ہیں اور یہ کام جلد بازی ہی سے بگڑا ہے۔ اس وقت
دوا تیار نہیں ہے جو میں سمجھتا ہوں ڈاکٹر وں نے کھانا نہ کر رکھا ہے جو بسر دا حب
درد گردہ سے بہت بیمار ہیں۔ میووں کے پانی پر زندگی ہے۔ دعا فرمائیے۔
بلڈ کی حالت بری نہیں تو اچھی بھی نہیں۔
سب کو میری طرف سے سلام اور حضرت نواب صاحب قبلہ کو قدم بوسی۔

صفی

میر یاور علی خنجر کا خط حضرت صفی کے نام

۱۸ خورداد ۱۳۴۷ ف

مکرمی جناب صفی صاحب دام عنایتہ

السلام علیکم!

آپ کے حسب ہدایت برابر ۲۰ یوم دوا کا استعمال رہا۔ الحمدللہ فائدہ ہوا اب نام
کو بھی نہیں ہے۔ آپ کا بہت شکر گزار ہوں۔ شافی مطلق آپ کی طبابت کو ترقی
دے۔ مرزا واجد حسین یاس عظیم آبادی لکھنوی مصنف چراغ سخن چار پانچ روز ہوئے
یہاں آئے ہوئے ہیں بہت شائستہ کیسے عالم ہیں مگر بڑے تعلی پسند! اپنے آپ کو
شاعر بے نظیر سمجھتے ہیں۔ نثار احمد صاحب مزاج اول تعلقہ دار رائچور کی سفارش پر
مرزا بشیر بیگ صاحب ناظم رجسٹریشن نے محکمہ رجسٹری عثمان آباد میں فی الحال نقل نویسی

کردیا ہے غالبًا یہاں ان کو ۲۵ ــ ۳۰ ماہانہ مل جائیں گے۔ آج کل ۰۰ یگانہ لکھنوی تخلص کر رہے ہیں ــــ مجھ سے ان سے ملاقات ہوگئی ہے اکثر شعر و سخن کے تذکرے رہا کرتے ہیں بندۂ درگاہ آپ کے اقبال سے اب تک تو برابر ساتھ دے رہے ہیں آیندہ خدا مالک ہے

خنجر

نیک گوہر محبی جوہر سلمہٗ[1]

مخلصی سلمہٗ تسلیم ۔

پرسوں آپ کا خط ملا۔ والدہ صاحبہ آپ کو پانچوں وقت میں نہیں بھول سکتیں (ان کی طرف سے دعا پہنچے) مطمئن رہیے ناوک و پیکاں تک آپ کی دعا نہایت حسن کے ساتھ پہنچے گی اور ضابطہ دعاوی آن دونوں صاحبین کو آپ کا سلام بڑی خوبی سے وصول ہوگا۔ (میں نے احتیاطًا ان سے آپ کا پتہ لکھوا دیا ہے) نمبر ا و ۲ کا کوئی نیا واقعہ نہیں اور ہے تو وہی کہ ایک محل نظر صاحب اور دوسرا بسم اللہ کے گنبد میں بیٹھا ہوا ہے۔ میری نسبت سے اگر کچھ استفسار ہے تو میرے دونوں ایک ملتا ہے دوسرا نہیں ملتا۔ ایک کا ملنا دشمن آرام ہے تو دوسرے کا نہ ملنا موجب آلام۔ کوئی مہینا بھر کے بعد کل خنجر آئے تھے غالی جناب کا دیوان صاف کروا رہے ہیں۔

کاتب صابر کو مقرر کیا ہے۔ دیکھئے کیا ہو!!! ــــ آپ کو میری کاہلی لاہور میں بھی یاد رہی ؟ کارڈ جوابی لکھا ؟ اپنے حافظے کی مبارکباد لیجیئے اور میرے ادراک کی داد دیجئے ــــ اور تو کوئی فرمائش نہیں ہاں اتنی کہ میرا جواب سلام صدیقی صاحب رفیق صاحب جمیل صاحب کی خدمت میں پہنچا دیجئے۔ ۹ محرم ۱۳۵۴ھ

خدا آپ کو حسبِ مقصد کامیاب کرے آمین

صفی اورنگ آبادی

---

[1] جناب جوہر کے نام

۲۰ خورداد ۱۳۳۷ ف شنبہ ۲ ساعت روز

مکرمی[1] وعلیکم السلام

تدبیر کارگر ہونے کی بڑی خوشی ہوتی ہے خدا نے آپ کو شفا دی مجھ کو سب کچھ دیا دوست ہو یا دشمن۔ یگانہ ہو یا بیگانہ سب کے لیے یاس بد ہے دون کی ہانکنا مزہ بھی دیتا ہے تو نظم میں، نثر میں نہیں۔

دروغ کو فروغ کبھی نہیں ہوتا۔ اور نقل نویس را عقل نہ باشد۔

آج ۲۵ ۔ ۳۰ ہیں۔ کل آپ سُنہ تکتے رہ جائیں گے کوئی ہاتھ غیب سے دستگیری کرے گا۔ بظاہری اسباب ہاتھی کے دانت ہیں گیا آپ ابھی تک اُن سے نہیں تو ان کے مزاج سے بھی واقف نہیں؟

ہم رنگی ہم بزم کرے گی اور ہم بزمی انیس اُنس ایک درجے کی ترقی پاکر دوستی ہوگا اور دوستی مزیدار بن کر بے تکلفی کا شُوخ رنگ لباس بدلے گی۔ ہائے!!! یہی بے تکلفی ذرا سے میں بے ادبی ہو جاتی ہے۔ اس وقت روابط ناگوار ہو جاتے ہیں اور تعلقات بدمزہ (کچھ میں نے لکھ دیا اب کچھ آپ سمجھ لیجئے) میرا اقبالؔ ہی کیا اور ہے تو زوال پرا خُدا آپ کو دنیا میں باآبرو اور عقبیٰ میں سُرخ رو رکھے۔

خاکسار
صفی اورنگ آبادی

(خط مل کر دو گھنٹے ہوئے)

---

[1] جناب یادر علی خنجر کے خط کا جواب ۲۴ھ

بھائی صاحب[۱] سلمہٗ

آپ کو حمید لکھوں یا خیالی۔ شاعر سمجھوں یا صیغہ دار نظامت امور مذہبی حیدرآبادی گنوں یا اجمیری۔ اپنا دوست جانوں یا رشید کے ابا؟ یہ آخری بات ہی اچھی معلوم ہوتی ہے کیوں کہ مجھے اس سے بہت اُنس ہے اور مزے کی بات تو یہ ہے کہ رشید آپ کا بھی خلف الرشید ہے۔ میری طرف سے (مجھے یاد آنے والے کی) دیدہ بوسی کیجئے۔ پیشانی چومئے، ایک ہلکی سی تھپیڑ ماریئے اور جب مُنہ بنانے لگے تو فوراً کلیجے سے لگا لیجئے۔ خداوند کریم آپ سب کو موسمی خرابیوں سے محفوظ و مصؤن رکھّے۔

چاوش[۲] سے ملنا چاہتا ہوں، نہیں معلوم کثرتِ کار ہے یا ہجوم افکار۔ ان سے ملنا ہی نہیں ہو رہا ہے گھر پر گیا نہ ملے مطبع پر گیا ندارد۔ رستوں پر ڈھونڈھا کیا مگر کچھ نہیں۔ یہ تو مجھے معلوم ہے کہ اُن کا مزاج اچھا ہے۔

آنف صاحب موسم سے اس قدر متاثر ہوئے ہیں کہ انھیں وسواس نے اختلاج پر ڈال دیا ہے کل تک ملاقات ہوئی تھی، طاعون سے اس قدر خوف زدہ ہیں کہ ہزاروں بے سر و پا باتیں کیں، میں نے بہت کچھ تسلی دی مگر کیا ہو سکتا ہے آج وہ درگاہ چلے جائیں گے مجھ سے وعدہ لیا ہے کہ کچھ دن وہیں آ کر رہوں۔ کسی دن چھٹی میں چلیے تو چلوں! مجھے اپنی جلد بازی سے سیکڑوں خیالوں میں کامیابی نہیں ہوتی ہے۔ وہاں یہ بھی ہے کہ آپ کے ملنے کی بڑی توقع تھی۔ یہ نہ پوچھیے کیوں تھی کس لیے تھی۔ ہاں یہ پوچھیے کہ اب کیا چاہتا ہوں۔ تو عرض کروں گا "صرف آپ کا ملنا" اگر ملنے کے لفظ کی تاثیر دوست اور معشوق دونوں پر مساوات کے ساتھ اثر کرتی ہے تو مجھے نا امید ہو جانا چاہیے اس لیے کہ تیرہ[۱۳] چودہ[۱۴] سال کا تجربہ ہے کہ میں نے ایک شخص سے ملنا چاہا تھا اور اُس کی ملاقات پر ہمیشہ مجھے جہاں اُستاد مرحوم کا یہ مطلع پڑھنا پڑا۔

دو دن بھی کسی سے وہ برابر نہیں ملتا ؎ یہ اور قیامت ہے کہ مل کر نہیں ملتا

اگر آپ کا جی چاہے فرصت ملے یاد رہے تو آسانی کے ساتھ شام کے بعد دارالمطالعہ مسجد چوک میں مل سکتے ہیں۔ خدا کے لیے ضرور ملئے۔

دستخط صفی ۱۶ ر آبان

۱؎ عبدالحمید خاں خیالی شاگردِ صفی ۲؎ جناب عمر یافعی مرحوم

مکرمی جناب محمود خاں صاحب

تسلیم۔ میں آج دفتر ہی نہیں گیا تو آپ سے کس طرح ملتا رہا کل جا کے واپس نہ آنا۔ مزاج کی سستی اور طبیعت کی نادرستی کی طرف سے تھا۔

پاؤں کا درد کل کی طرح زیادہ نہیں مگر اتنا کم بھی نہیں کہ بے تکلف چل پھر سکوں۔

میری دو کتابیں "تذکرۂ شعرا" مؤلفہ میر حسن اور "فرہنگ آصفیہ" جلد اول ان کو دے دیجئے۔ اس وقت "دارالمطالعہ" میں ہوں۔ فقط

خاکسار۔ صفی

میاں محمود!

اگر آپ اجازت دیں تو میں غصہ ہو جاؤں اور کچھ دن خفا رہوں مگر یہ خفگی آپ کی خفگی نہ ہو گی، بے منائے من جاؤں گا اور پھر صفی کا صفی بن جاؤں گا۔

اُستاد[1] کو خدا غریق رحمت کرے ایسا بھی تو ہوتا ہے ~~

بگڑ کے حضرتِ دل آپ کیا بنا لیں گے ؛ انھیں تو زعم ہے ہم روٹھ کر منا لیں گے

دیکھئے! میں خوش آیا تھا اور ناخوش گیا۔ کسی سے زبان لینا۔ پکا اقرار کرنا گھر پر بُلانا اور نہ ملنا، واہ!

چو غریب دردمندے بدرت رسیدہ باشد ؛ چہ قدر تپیدہ باشد کہ ترا ندیدہ باشد

ذرا جیار سے پوچھئے۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین . . . الخ

صفی

---

[1] حضرت کیفی

مخدومی ۱

تسلیم!

ایک مدت سے میری زندگی کی علتِ غائی علالت مزاج ہوگئی۔ ہر وقت ایک نہ ایک عضو ماؤف رہتا ہے گویا بیماریوں کی قرابادین ہو چکا ہوں۔ اور میرا پیٹ مخزن المفردات یا جامع الادویہ کا مرادف بن گیا ہے۔

نکمّے آدمی کو فرصت نہیں ہوا کرتی۔ کیوں کہ فرصت کام کے بالمقابل ایک شئے کا نام ہے۔ جن کو کام ہوتا ہے انھیں فرصت بھی ہوا کرتی ہے۔ اور جن کو کچھ کام ہی نہیں ہوتا انھیں فرصت ہی نہیں ہوا کرتی۔ کوئی دو مہینے سے نواب معین الدولہ بہادر کے پاس آ رہا ہوں۔ یاد فرمائی کا کوئی وقت نہیں۔ جب موٹر آئے چلا جانا پڑتا ہے۔ دن ضائع تو نہیں جا رہے ہیں۔ لیکن سفر کچھ نہیں ہوا۔ ہم نوالہ ہم پیالہ بنا ہوا ہوں۔ ابھی تک عزت سے گزری ہے آئندہ اللہ مالک ہے۔ میرے ذمے صرف یہی کام ہے کہ فرمائش پر اپنی غزلیں سنا سنا کر ان کا دل خوش کیا کروں۔

آپ میرے محسن اور خیر خواہ ہیں اِسی لیے اِس بات کی خبر کر دی۔ حقیقی مسرت ہر ایک کو نہیں ہوتی۔ اور میں ہر ایک کو اپنی طرف سے آگاہ بھی کیوں کرتا۔ وہاں بھی اِخوان شیاطین لگے ہوئے ہیں۔

شور بختاں بآرزو خواہند ؛ مقبلاں را زوالِ نعمت و جاہ

دُعا فرمائیے۔

پاشو میاں کہتے ہیں کہ آپ کی صحت کاملہ کے آثار پورے پورے جمع ہو چکے ہیں۔ اور جسم بھر چکا ہے۔ ان کے منہ میں گھی شکر۔ خدا ایسا ہی کرے آمین۔

عن قریب میں بھی حاضر ہوں گا۔ (اِن شاء اللہ) زمرد اخضر کی پھر ضرورت ہے۔

دستخط
صفی اورنگ آبادی

---

۱ جناب خنجر

ضیاء سلّمہٗ

یہ چہارشنبہ ہے مگر آخری چہارشنبہ نہیں۔ آم کے پتّوں پر سات سلام لکھ کر چاٹنے کی جگہ دونوں ہاتھوں سے آپ کو دو سو سلام کرتا ہوں۔

بھائی جبار صاحب سے ملیے اور ضرور ملیے میری بہت سی پریشانی کا علاج صرف آپ کی ذرا سی فرصت اور تھوڑی سی مہربانی پر موقوف ہے۔ فقط

صفی

مولانا۔ تسلیم۔

اس چھٹی کو آپ اسی وقت شیروانی کے جیب میں رکھ لیجیے اور دفتر جاتے ہی دلاور علی صاحب کو دکھا دیجیے اگر آپ بھول گئے تو میرا بڑا نقصان ہوگا۔

اُن سے کہیے کہ آج ہی دفتر کی واپسی میں میرے گھر آئیں یہاں میں اکیلا ہی ہوں سب لوگ منتقل ہو گئے منٹ بھر کے لیے کہیں نہیں جاتا ہوں بیڑی چٹا دوسروں ہی کے ہاتھ سے منگوا لیا کرتا ہوں وہ مجھ سے ضرور ملیں میں نے سُنا ہے کہ وہ مع متعلقات، درگاہ حسین شاہ ولی رح منتقل ہو گئے ہیں۔ اور میری والدہ وغیرہ بھی وہیں ہیں اگر یہ آج آ گئے تو میں ان کے ہاتھ ایک چھٹی بھیج دوں گا اور کچھ پیسے منگوا لوں گا۔

مکرر عرض ہے کہ یہ چھٹی اسی وقت جیب میں رکھ لیجیے اور ان کو تاکید کیجیے بلکہ برخاست کے وقت بھی یاد دلا دیجیے۔ جہاں آپ کی ہزاروں عنایتیں ہیں وہاں ایک یہ بھی سہی۔ فقط

صفی

خط غلام قادر قادر کے نام

مہربانی آپ کی خفت مرے سر آنکھوں پر!

تسلیم! سُنیے چچا قادر حسین مرحوم استاد داغؔ کے شاگرد قادر تخلص کرتے تھے۔ کئی بار کہہ چکا ہوں کہ میں اپنے شاعر متعلقین میں کوئی شخص اِس تخلص کا رکھنا نہیں چاہتا ہوں۔

لے غلام قادر سالک شاگرد صفی

لیکن آپ جب ملتے ہیں اس بارے میں خاموش ملتے ہیں! یہ کیا؟ عنایت ہوگی اگر آپ اپنے لیے کوئی دوسرا تخلص تجویز فرمالیں یا "قادر" ہی کے لیے مجبور ہیں تو مجھے اپنی بندگی سے آزاد فرمائیے۔ اور مشورہ سخن کسی اور سے کیا کیجیے! میں آپ کی خاطر ان معاملے میں کسی کا جواب دہندہ بننا نہیں چاہتا۔ ہزار منہ ہزار باتیں! میں کس کس سے حجت کروں اور کہاں کہاں سے دلیل لاؤں! ان سب پر غضب تو یہ ہے کہ مرحوم نے اپنے چھوٹے فرزند اختر حسین ثابت کو اپنی زندگی میں میرے سپرد کر دیا تھا۔ جو اب تک مجھ سے متعلق ہے۔

میں آپ کا دوست ہوں اور دوست کا بُرا چاہنا سمجھ سے، اخلاق سے، انصاف سے دُور ہے۔ فقط

صفی اورنگ آبادی

موسومہ خنجر صاحب

السلام علیکم۔

آپ کا کارڈ مل کر ایک گھنٹہ ہوا۔ آپ نے میرے لیے دُعا کی ہے میں آمین! کہتا ہوں۔

صاحب! لفظ "شبر قورمہ" نہیں "شیر خُرما" ہے۔ حسن نظامی حیدرآباد کے سفرنامے میں رد تے ہیں کہ یہاں کے لوگ قاف کو خے بنانے میں استاد ہیں۔ کبھی مجھ سے ملاقات ہو تو آپ کا زبرجواب سا کارڈ دکھاؤں اور کہوں کہ یہاں خے کو قاف بنانے والے بھی موجود ہیں چلو ادلہ بدلہ ہوگیا۔

اُمید صاحب کی بڑی بیوی اور لڑکے کا انتقال ہوگیا۔ ایک دن میری پرسش کو آئے تھے اب خُدا جانے کہاں ہیں۔

مولانا بے ضرورت خط نہیں لکھا کرتے۔ آپ اپنی خیریت سے مطلع کیا کیجیے ساقی آئے تھے اور معافی چاہ کر گئے۔ میں نے ان کی خطا معاف کر دی۔ آخر کب تک!

رضوان صاحب کو سلام ۔ ۶ر فروردی ۱۳۳۷ھ چہار شنبہ

دستخط

صفی اورنگ آبادی

خان صاحب ! وعلیکم سلام !

اس کے نوٹس میں نے ابھی نہیں اُتارے دونوں کتابیں اس حالت میں بھیجتا ہوں ہوسکے تو آپ یہ کام کرلیجئے لیکن اس احتیاط اور سلیقے کے ساتھ کہ پھر میں آپ سے سمجھ سکوں ۔

مجھے آج ناظم صاحب کا انتظار ہے انھیں اپنا وعدہ یاد ہے یا نہیں ۔

صفی ۔

خدمت جناب شرف الدین خاں صاحب خالدی ۔ ۳۰ر اکتوبر ۱۹۳۰ء

بتوسط مولانا سید عبدالباقی صاحب شطاری ۔ ۱۰ر ربیع الاول ۱۳۴۹ھ

شرفو میاں ! تسلیم ! مجھے آج آئے ہوئے تیسرا دن ہے ۔ یہاں کے در و دیوار کاٹنے کو تو نہیں آتے ، بستی بارونق اور دلچسپ ہے میں جس بنگلے میں ٹھیرا ہوں وہ بالکل ریلوے گیٹ کے سامنے ہے ۔ ابھی تک میں نے گھر سے نکل کر بازار وغیرہ کی سیر نہیں کی اور نہ قلعہ دیکھا ، نہ ارادہ ہے اگر میں خود ہو کر آتا تو یقیناً تمہیں ساتھ لاتا ۔ مصمم عزم ہے کہ عرس کے دن میں وہاں رہوں گا ۔ سلیمان " خیریت و سلام " کہتے ہیں ۔ من ابتدا مولانا لغایتہ قیاس سب کو یاد جب یہ محمد جاوش کو میں نے ۔ ۔ ۔ ۔ کہہ دیا تھا وہ بھولنے نہ پائے ۔ ابھی ایک خط ان کو بھی لکھ رہا ہوں ۔ فقط

صفی اورنگ آبادی

۲۸ر آبان ۱۳۳۹ف

صبح جمعہ (۷) بجے

پوسٹ کارڈ بنام شرف الدین[1] خاں صاحب خالدی

---

[1] (پروفیسر ابوالنصر محمد خالدی صاحب)

(موسومہ نواب عالی) ۳ آبان ۱۳۴۶ف

و علیکم السلام!

نواب! میں ہمیشہ بہبود علی اورنگ آبادی صفی ہوں۔ جب کوئی صدمہ ہوتا ہے تو روتا ہوں اور اپنا مرثیہ کہتا ہوں۔

عالی جناب قدرت نواز جنگ بہادر کو آداب عرض۔ اگر یہ غزل ہو گئی تو گنگنا نہایا ورنہ تخفیے کے لیے میری اور کسی غزل کی ضرورت ہو تو حاضر میں حجت نہیں۔

(اس طرح میں حضرت قبلہ مرحوم کی غزل نہیں ہے)

رہ گیا میرا آنا۔

مہرباں ہو کے بلا لو مجھے چاہو جس دم ٭ میں گیا وقت نہیں ہوں کہ پھر آبھی نہ سکوں

نوٹ۔ خردے کی دکان پر سے میرے نام کا خط مجھے ہی ملتا ہے۔

صفی

بھائی! و علیکم السلام

کئی سال بعد ایک مشاعرے کے تحت آپ نے مجھے راست خط لکھا خدا تعالیٰ ایسا سبب ہمیشہ پیدا کرے۔

حسب ایما آج (منگل ۲۲ اسفندار) ہی غزل بھیج رہا ہوں یہ بھی بے رنگ ہو جائے اور وقت پر نہ پہنچے تو سمجھ لیجیے دنیا کا رنگ ہی ایسا ہے۔

آپ نے اپنے منصف صاحب کی بڑی تعریف لکھی اور اُن کا مشترک الذوق ہونا بیان کیا ہے۔ اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ

شائد میرا ایک متعلق شاعری اس صحبت میں شریک ہو تو اُسے داد سے پہچان لیجیے مگر رسُننا چھپ نہیں سکتا۔

جوابی ٹکٹ بھیجنے کی پیش اندیشی قابل داد ہے۔

اسی ہفتے میں کوئی ایک خط مجھے لکھیے اور اسی طرح سامانِ جواب طلبی بہم پہنچائیے تو شاہم ربیع الاول شریف والے مشاعرے کی شرکت پر بعض ضروری اہتمام کی نسبت تفصیل سے

لکھوں۔ اُسی خط میں اس غزل اور جواب خط کی نقل بھی بھیج دیجئے۔
اگر یہ غزل آپ کے منشاء موافق نہیں ہوسکی ہے تو ع
جہاں بجتے تھے نقارے وہاں ماتم بھی ہوتے ہیں۔

غزل صفی اورنگ آبادی

غریب و ناتواں ہوں مجھ پہ کیا ان کا ستم ہوگا — کسی کی دوستی کا دم بھرے گا جس میں دم ہوگا!
اُسی سے چین پاؤں گا جو دل مانوسِ غم ہوگا — ستم ہوگا جو کوئی غم گھڑی بھر کو بھی کم ہوگا!
ستم بھی ہے تعلق، یہ بھی ہوگا تو کرم ہوگا — ترا ترکِ ستم بے آس بندوں کو ستم ہوگا!
رہے گی بانکپن کی شان اُمیدوں کے ماروں سے — جو اُٹھا بھی کبھی وہ جو پئے تسلیم خم ہوگا
بنے ہو خاک سے تن پرورو پھر خاک ہونا ہے — وجودِ جسم کیا ہے چار دن میں کالعدم ہوگا
وہ سچی بات بھی میری زباں سے سن نہیں سکتے — ستم کا نام بھی منہ سے نکالوں تو ستم ہوگا
مرادیں آرزوئیں مانگنے والوں کی نکلیں گی — اگر کشکولِ سائل زینتِ دستِ کرم ہوگا!
یونہی دکھاؤں کب تک دل رہی کچھ تو موج اے ساقی — خیال بیش و کم، ہر آدمی کو بیش و کم ہوگا
گنہ جتنے بھی دنیا بھر کے ہیں سب میرے سر رہیں — نہ سمجھا تھا کرم کی التجا کرنا ستم ہوگا!
یونہی چلتے رہیں گے تیر جو تیری نگاہوں کے — تو بھرنا بھی مرے دل کی جراحت کا بھرم ہوگا
نہ ہوگی تو نہ ہوگی سرد دل کی آگ رونے سے — ذرا پنکھا جھلیں گے ہم ذرا دامن تو نم ہوگا
خبر کیا تھی کہ ہوگی مبتلا غم سے زندگی دوبھر — مجھے اپنا لہو پینا کلیجے کا ورم ہوگا!!
کہاں فریاد کا دم مجھ میں لیکن اس پہ تڑپا ہوں — جگر کا درد تھوڑے چیخنے سے تو کم ہوگا؟
یقین آتا نہیں مجھ کو قیامت کے بھی وعدے پہ — وہاں کیوں پاؤں رکھو گے جہاں میرا قدم ہوگا
جہاں اعزاز ہوتے جائیں گے اہلِ محبت سے — وہ شاید اس جہنم سے دوسرا کوئی جہنم ہوگا
ذرا گھر سے نکلنے کی جھجک دل سے نکل جائے — ہزاروں سر رہیں گے جس جگہ اُن کا قدم ہوگا
پرستاروں کو اندھا کر دیا تیری محبت نے — نظر ہوگی تو فرقِ عظمتِ دیر و حرم ہوگا
خوشی کے مارے شاید اے صفی پھٹ جائے گا دل ہی — اگر میری طرف رجحان ان کا ایک دم ہوگا

پیر و مرشد!

محبوب بیگ صاحب سے آپ نے میرا مزاج کیوں پچھوایا اب تو بے تکلفی سے بھی نہیں کہہ سکتا "کرد بیمار مرا حسرت بہ سیدن تو" وہ غالب تھا کہ اب کسی بات پر....... مجھے نواب آپ پر اکثر ہنسی آتی ہے کہ آخر ہول کیا۔ کتاب ہوتا تو چھاپے کی غلطی سمجھتا۔ اب اپنی بے ساختہ صادر ہونے والی غلطیوں کی گفتگو کس سے کروں تو؟ توبہ! توبہ! جو کچھ ہوا اچھا ہوا۔

طبیعت میں فطرتاً روانی ہے مگر سواری کا بریک ابھی تک نیا اور چالو ہے جو دریا کے لیے "سد سکندری" ہے تو نظر کے لیے آسمان حد نظر۔
مضمون نگاری مقصود نہیں مجھے بخار ہے۔ ہذیان ہوتا ہے تو...... اس لیے خطا ہو تو معاف فرمائیے اور اصلاح کیجیے۔ ہاں قلندر کی شاعری بھی قلندر۔ آپ کو سلام "طرفہ بلا" کو رام رام۔

صفی اورنگ آبادی

۲۳ر مہر ۳۵ف صبح یکشنبہ

خدمت جناب مولوی میر یاور علی صاحب خنجر این لوکل فنڈ ضلع عثمان آباد دکن۔

سمجھ پر خدا کی مار! آپ کا خط ۹ر مہر کو ملا۔ ہر روز کہتا ہوں آج تو فرصت نہیں کل ضرور جواب لکھوں گا، اسی آج آج کل کل میں چودہ دن گزر گئے۔ ہائے "عمر لوں ہی تمام ہوتی ہے" "صبر تو نہیں، جبر تو نہیں" والے شعر پڑھ کر تڑپ گیا، یعنی پہلے میں "آہ" بے ساختہ نکلی اور دوسرے میں "بُت" بے نیازانہ شان سے بیٹھا ہے۔ حضرت جہاں استاد مرحوم نے خوب فرمایا ہے۔ "یہ پھر کہنا یہ پھر ارشاد کرنا"
نہیں معلوم "عن قریب" آپ کے پاس کتنی مدت کا نام ہے کیا اب بھی "عن قریب" ہی جواب ملے گا؟ اگر اس میں بھی شاعری مقصود ہے تو "سر دشمنان سلامت کہ تو خنجر آزمائی"، (ارمان ہے کہ میرے خط بھی غزلوں کی طرح چٹپٹے ہوا کریں۔ ان کو

بھی پڑھنے والے مزے لے لے کر پڑھا کریں! مرحومین میں غالب تو موجد ہی ٹھیرے مگر محمد حسین آزاد اور نذیر احمد بھی بے تکلف و با محاورہ لکھنے کے بادشاہ تھے بیان کا اثر اور زبان کا چٹخارہ ہر رنگ میں ایک سا ہوتا ہے (یاد رکھنا فسانہ ہیں یہ لوگ) خواجہ حسن نظامی بھی اس قحط الرجال میں غنیمت ہیں۔ مگر یہ پیر و مرشد ایسی اردو بھی لکھتے ہیں کہ ہندی اور پوربی منہ تکتے رہ جائیں۔

دُعا فرمائیے خدا اطمینان دے اور امان!

اُس داروغہ حبیب (مکرمی رضوان) اور حضرت خدمت عوض صفی صاحب قبلہ کو میری طرف سے جھک کر سلام کیجیے۔

آپ کا خط مجھے جس توسط سے وصول ہوتا ہے وہ ہرن کے کباب والا نہیں جو کباب ہرن ہو جائیں۔ کاغذ ختم تحریر الخط آرزو باقی

صفی

دار المطالعہ چوک

پرسوں ۲۴ ذی قعدہ ۴۵ھ کو ایک کارڈ بھیجا ہے اس میں لکھا ہے۔

" تسلیم۔ کل آپ تشریف لے گئے ہیں وہاں سے شام کو اُٹھا۔ گویا یہ شام غریب الوطنی کی شام تھی۔ سوچا کیا تھا اور ہوا کیا۔ دوست کو احسان سے شرمندہ نہیں کرتے بلکہ مہربانی سے "با دوستاں تلطف با دشمناں مدارا" خیر۔ ع

جو ہوا اچھا ہوا جو کچھ کیا اچھا کیا (صفی)

وہاں سے آنکھوں میں ایک کیفیت اور دل میں بدکیفی لے کر بیمار کی نظر کی طرح اٹھا کہ آپ گراونڈ سیر ہوں گے۔ وہاں ہو کا میدان تھا کھیل برخواست کیا ہوا سارا کھیل بگڑ گیا۔ پٹھان تو انجمن سے نکلتے ہی گھر چلتے بنے۔ مَیں کیا کرتا "اکیلا باولا" کہیں بیٹھ کر سوچا، سیدھے ہنومان ٹیکری جانا چاہیے۔ اُٹھا تو دار المطالعہ کی قربت نے ایک ... (وہ تحفہ ہے جس کا نمبر اول رسل ہے) الغرض

بیٹھتے اُٹھتے چوک پہنچا ہی تھا کہ رات ایک بجے توپ چلی اور میری ایک نہ چلی تھکے مُسافر کی طرح بیٹھ گیا۔ کچھ کھایا کچھ پیا بستر پر لیٹا اور نہیں معلوم ایک بجے کے بعد کس وقت اور کس طرح سو گیا۔ خدا کا شکر!

اب دن نکلا ہے مگر دل سے یہ خلش نہیں نکلتی کہ کل کے خواب کی تعبیر کیا ہوگی میں نیند میں ہوتا تو عالم رؤیا کا رونا روتا۔ خدا کرے کہ میرا کاتا کپاس نہ ہو جائے اور تفصیلی جواب کے بدلے کہیں صاف جواب نہ پاؤں۔

قادر بھائی سلام کہتے ہیں۔

ختم

اب سُنئے۔

میرے ایک نئے دوست جعفر میاں (جو غالباً آپ کے قدیم ہم محلہ ہیں) سے سنا ہے کہ کل آپ سٹی کالج گراؤنڈ پر فٹ بال کی پراکٹس کر رہے تھے اگر یہ سچ ہے تو غضب ہوا۔ میں تو کام ریڈی ہیں سمجھ کر خط پر خط بھیجوں تو اب کیا مجھے سررشتہ سے جواب دے گا؟

جس پرچے کا ذکر کارڈ میں کیا ہے وہ یہی پرچہ ہے۔ یہ میرا مسودہ ہے اور مجھے اختیار ہے کہ ہر تین مہینے میں اس کا ایک نمبر بھیجا کروں۔ یہ رسالہ ماہی ہے صرف اتنی دُعا کا طالب ہوں کہ میری اس پابندی میں فرق نہ آئے کیا واقعی کل آپ بلدہ میں تھے۔ فقط

صفی صدیقی

۲۶ ذی قعدہ ۴۵ھ

بندہ پرور۔ السلام علیکم!

میں آپ کا نام آشنا ہوں اور عالی جناب صلاح مولوی سید عبدالباقی شطاری کا فرماں بردار ہوں۔ آپ کے بھیجے ہوئے پرچے وصول ہوئے ہیں مولوی صاحب

موصوف نے چاہا کہ بہت جلد بعد نقل واپس کر دیئے جائیں اس کی تعمیل میں یہ خط لکھا ہے۔ بہت جلد بعد نقل واپس کر دیئے جائیں گے وہ کسی کام میں لگتے ہوئے ہیں ستر سوال کے بعد فرصت پائیں گے اور آپ کے ہر خط کا جواب دیں گے ان پرچوں کے پہنچنے کی اطلاع بھی آپ انھیں اُنھیں ایام میں دیں تو مہربانی ہوگی۔ میرا پورا نام حکیم محمد بہبود علی صفی اورنگ آبادی ہے۔

صفی اورنگ آبادی

محترمین یا سلیم

یہاں میرے کیف و سرور کی دعوت کا انتظام مع شرکاء کر لیا گیا ہے۔ کھانے پر انتظار نہ کیجئے دس کے بعد آؤں گا اور کھالوں گا۔

مجبور
صفی

اقتباس خط جناب رونق۔

چونکہ حضرت نے گزشتہ مشاعرہ میں شرکت کا وعدہ فرمایا تھا جس کی اطلاع تمام احباب کو کر دی گئی تھی مگر تشریف آوری نہ ہونیکی وجہ مجھے سخت ندامت اٹھانی پڑی ہے۔ اُمید کہ اس مشاعرہ میں جو ۷ ر دی ۳۶ ف پنجشنبہ ۹ بجے شب عقب مسجد افضل گنج ہونے والا ہے تشریف فرما کر حوصلہ افزائی فرمائیں گے۔

مصرعہ طرح:۔ بے پیئے کے خمار ہونا تھا

قافیہ انتظار

نیاز مند
رونق
تلمیذ حضرت ریاض

مولوی رزاق صاحب

السلام علیکم و علیٰ من لدیکم

معاف فرمائیے اور آئندہ سے انتظار نہ کیا کیجیے تاکہ آپ کو ندامت اُٹھانی نہ پڑے۔

ریاض میاں صاحب کو سلام کہیئے۔ فقط

صفی اورنگ آبادی

میرے خط کا جواب دیا کرتے ہو یا عدالت کا سمن بھیجا کرتے ہو کہ جس کی تعمیل میں سلام پہنچاتے پہنچاتے میرے ٹانپے ڈھیلے ہو جاتے ہیں۔

عنایت نامہ وصول ہوا آپ اچھے ہیں خدا آپ کو ہمیشہ اچھا رکھے۔

میں بھی تو یہی کہتا ہوں، پھر اس سے کیوں چڑتے ہو اس سے کیوں سر چڑھا ہے خیر آپ اچھے ضرور ہیں برا تو میں ہوں۔

یہ کیا لکھا "کیا صاحب خفا ہو گئے" نہیں میاں وہ واقعہ ہی ایسا تھا۔ اور میں ڈرپوک نہیں ہوں مگر ایسی باتوں سے ضرور خوف کھاتا ہوں کوئی شریف ہو نہ ہو حسب نسب کا کیسا ہی ہو ہمارا کیا ہم کو تو یہ دیکھنا چاہیئے کہ ہم سے کیسا ملتا ہے دوسروں کا کیا گنتہ لیا ہوں؟ مجھے اس کا سبب معلوم نہ ہوا کہ میں تم کو دوست بھی سمجھتا ہوں اور دشمن بھی۔ اس کا سبب تمہیں معلوم ہوگا۔ یہ میں جانتا ہوں کہ تم مجھ سے زیادہ عقلمند نہیں ہو مگر کسی کسی بات میں بچہ بوڑھوں کے ناک کان کاٹتا ہے۔

میں خفا نہیں ہوا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بھی مجھ سے کھُلے نہیں۔ ادب کرتے ہیں اور میں اسے اچھا سمجھتا ہوں۔ دوستانے میں بے ادبی ذلیل لوگوں کا کام ہے۔ اگرچہ کہ لوگ ان سے کس کس طرح سے پیش نہیں آتے۔ وہی جو تمہاری حالت وہی ان کی ہے فرق اتنا ہے کہ وہ میرے نزدیک مشکوک ہیں بس۔ میں نہ ان کا عاشق نہ بے تکلف دوست

تین میں نہ تیرہ میں۔ جب ان کے میرے تعلقات کچھ بھی نہیں ہیں تو کیا تم کو یہ لازم تھا کہ میرے خط میں ان سے دلگی کی جاتی وہ بھی ایسے لفظوں میں ۔ ۔ ۔ ۔

پھر کارڈ پر۔ کھلا خط۔ مرزا حسین علی بیگ صاحب نے خیر خواہی جتائی! آپ نے اپنے محلہ کے پتے پر وہ کارڈ بھیجا تھا، ان کے ہاتھ لگا۔ پھر کیا تھا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کان بھر گئے۔ پٹیاں پڑھائی گئیں معنی تراشے گئے۔ اگرچہ کہ میرا کچھ کر نہیں سکتے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تم نے یہ کیوں لکھا کہ تم خفا ہوگیا ساری باتیں اس واسطے لکھی تھیں۔ نہ تم کارڈ لکھتے نہ لوگوں کی نظروں میں ایسی باتیں پڑتیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وہ بدنام سہی مگر میرے نام سے کیوں ہو تم اس سے زیادہ لکھا کرو جو سمجھ میں آئے لکھا کرو تمہیں روکوں یہ مجال ہے۔ کم سے کم تمہیں خدا کرے کہ ایسی دلگی کی باتوں میں لکھنا کچھ نہ کچھ تو آجائے۔

تم نے ایک خط میں لکھا ہے کہ "میں خطوں پر خطیں بھیجتا ہوں تم جواب نہیں دیتے کیا حضرت قبلہ خفا ہوگئے یا دماغ بگڑ گیا؟"

ارے ظالم دماغ بگڑ گیا اور ہمارا۔ سچ ہے ایسا ہی تو مالدار ہوں عالم ہوں حسین ہوں زور آور ہوں اور پھر دماغ بگاڑنے والی کس چیز کی کمی ہے۔ بھائی ترا دماغ ضرور بگڑ گیا ہے اس کے پہلے خط لکھا تو ایک بھی نہیں مگر بناتا ہے دس۔ دل ڈالس ایک دم گولی مار دینے کے قابل ہے۔

آپ خط ضرور بھیجتے ہوں گے اب مجھے یاد آیا آپ میرے خطوط اپنے محلہ کے پتے پر سید غفور صاحب کے ذریعہ سے بھیجتے ہیں نا۔ تو شاید لوگ ان کو اعتبار دلا کر کہ ہم صفی کو دے دیں گے خود پیسے خطوط رساں کو بھر دیتے ہیں اور صرف اس شوق میں خط لے لیتے ہیں کہ نہ معلوم ان میں کیا کیا لکھا ہے۔

اس کے پہلے میں نے جو خط لکھا تھا اس کا عجیب واقعہ ہے۔ غالب صاحب' فخر الدین کی شادی کا سہرا لکھوانے کی غرض سے آئے ہوئے تھے میں تمہارے خط کا جواب لکھ رہا تھا۔ وہ بیٹھے۔ جب میں کام سے فارغ ہو چکا اور ان کی بھی غرض نکل گئی تو میں نے لفافہ بند کر کے اپنا خط بھی دے دیا کہ جاتے جاتے ٹپہ میں ڈالتے جاؤ۔ اس بھلے آدمی

نے ناک کی سیدھ سے سیدھے راہ اپنے گھر کی لی جب محلے میں گزر ہوا تو شاید ان کو خط
ڈالنا بھولنا یاد آگیا ایسے میں شاید محبوب صاحب بھی اپنے دفتر کو جارہے تھے غالب صاحب
نے یہ خط ان کے ہاتھ دے دیا کہ صفی کا خط ہے ٹپہ میں ڈال دیجئے (چوہے کی کہانی
ہوگئی) وہ ایک ہی بزرگ ہیں ان کو تو موقع ملنے کی بس دیر ہے۔ خط لے لیا اور کھول
کے اس کی لفظاً لفظاً نقل کرلی۔ شکر تو یہ ہے کہ میرا لکھا ہوا خط پھر لفافہ میں بند کرکے
ٹپہ میں ڈال دیا۔ کل بڑی مہربانی فرماکے مجھے مکان لے گئے قندیل اور کاغذ کا پرچہ ہاتھ
میں لایا کہنے لگے "ہم اگر کوئی آپ کی گم ہوئی چیز دیں تو کیا دو گے"۔ میں نے کہا "دعا اور
اس سے زیادہ میرے پاس کیا ہے"۔ وہ پرچہ میرے ہاتھ دے دیا۔ بس دیکھتے ہی آنکھوں
میں خون اُتر آیا دیکھئے یہ لوگ ہنسی ہنسی میں گلا کاٹتے ہیں احسان کیا مگر ظالم کے پیر دے میں)
چپ ہوکر رہ گیا۔ غصہ میں وہ کاغذ وہیں چھوڑ دیا کہ مجھے اس سے کچھ کام نہیں۔
...... تم کئی بار خفا ہوگئے روٹھ گئے مہینوں بات نہ کی مگر اس پر بھی خدا کا شکر
ہے کہ مجھ سے مل گئے ......

خدا حافظ

صفی ۳۴ھ

بھائی! وعلیکم السلام۔ کوئی فلاکت زدہ ہو یا صاحب دولت، یہ لوگ بڑائی ہانکنے والے ہوتے
ہی ہیں۔ شان کی لینا ان کی گھٹی میں پڑا ہے آج نقل نویس ہیں کل خدا جانے کیا ہو جائیں یاس ہو یا آس یگانہ
ہو یا بیگانہ، رقیب بُرا ہی ہوتا ہے۔ شناسائی بڑھ کر محبت ہوتی ہے اور محبت بڑھ کر جنون اور جنون کی
ابتداء بے تکلفی سے ہوتی ہے۔ بے تکلفی تھوڑے سے فرق کے ساتھ بے ادبی ہو جاتی ہے۔ اس وقت
تعلقات ناگوار ہوتے ہیں اور میل جول چھانی کا نچھر۔ مرد آخر بیں مبارک بندہ ایست حضرت صفی صاحب قبلہ
مدظلہ العالی فرماتے ہیں ؎ نہ اتنا تن کہ کھائے ہر قدم پر ٹھوکریں لاکھوں
نہ اتنا جھک کہ اپنی ٹھوکر دل میں نیر اسر آئے
(صفی) کوئی آئے تو آنے دو۔ ملے تو نہ روکو۔

پیر و مرشد ۔ جو لکھتا ہوں وہ مشورہ کی غرض سے لکھتا ہوں اگر کچھ ناگوار خاطر عاطر ہوا کرے تو میرے اچھے ہوجانے تک تو معاف فرمائیے پھر تلافی معافی جزا سزا جو ہو قبول!

میں کہاں حاضر ہوسکتا ہوں اگر جھٹکے میں آؤں تو لوگ چال دیکھ کر ہنسیں کہ یہ کس ملک کی رفتار ہے اور مخلوق میں سے کس نوع کی؟ آنت اُتر جانے کا خوف ہے چلتا ہوں تو "رفتارِ تو شرمندہ کند کبک دری را" کا نقشہ کھینچتا ہوں۔ پاؤں پھیلا کر چلوں بھی مگر اس میں بھی وہی ڈر ہے کہ یہ موذی مرض اور پاؤں نہ پھیلائے اور آپ کے پاس آتے آتے ہسپتال جانے اور آپریشن کرانے کی نوبت نہ آئے۔ کل تھوڑی دیر بیٹھ کر ستار بجایا تھا تو بُری گت بن گئی۔ ریح نے پہلے حوالی گردہ کا جائزہ لیا اور پھر دل کی طرف گولہ باری سی شروع ہوگئی۔ ملنے ملنے سے غرغر پیٹ میں ایک آواز ہوئی۔ ہوا اعلیٰ سے اسفل پر آئی سچ ہے "ہر کمالے را زوالے" سانس لی اور لمبی سانس لی۔

آپ چار بجے سیر کو نکلتے ہیں تو ایک نظر ادھر بھی۔
خدا کرے کہ کبھی میں بھی آسکوں۔

تھوڑی دیر سے چاؤش بھی شاید آئیں گے۔ اگر ایسا ہوگیا وہ میری کیفیت زبانی بھی کہیں گے جو آنکھوں دیکھی ہے۔ فقط

صفی اورنگ آبادی

حکیم صاحب کا جواب :-

حضرت جی چاہتا ہے کہ ان دلچسپ تحریروں کو جمع اور کسی وقت شائع کیا جائے۔

اللہ

لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ

(صبح ہوئی)

حکیم صاحب قبلہ تسلیم

کل نہایا گُردے میں درد دن بھر رات بھر رہا۔ اِس وقت مُنہ کا مزا کھارا ہے قارورہ ایک ہی وقت کا ہے۔ غذا میں چانول اور شوربا کھایا ہوں۔ شب میں تین بجے سویا ساڑھے چار پر اُٹھا۔ اور ساڑھے پانچ پر سو کر ساڑھے سات پر۔

رات کا اکثر حصّہ وساوس میں گزرتا ہے کبھی ماضیہ تصویریں آنکھوں میں پھرتی ہیں کبھی استقبالیہ اُمیدیں دل خوش کرتی ہیں مگر کسی نے خوب فرمایا ہے

گزشتہ خواب و آئندہ خیال است غنیمت دان ہمیں دم را کہ حال است

خاکسار

صفی اورنگ آبادی

کوئی دے گا کسی کو کیا کوئی لے گا کسی سے کیا
صفی ہم تو حساب دوستاں در دل سمجھتے ہیں (صفی)

قبلہ![1]

چار بجے ایک چٹھی لکھی تھی آپ تشریف فرما نہیں تھے آج بھی دو[2] سے چھ[3] بجے کے قریب تک بخار رہا۔ وہی دو درجے کا ہوگا۔ کیا آپ نے کوئی ایسی دوا دی ہے؟ غذا میں آج صبح ایک کلچہ اور آدھا پاؤ دودھ کے ساتھ اور دوپہر میں زیادہ سے زیادہ آدھ پاؤ چاول کی کھیر کھانے میں آئی۔

لڑ لڑ کر ایک قسم کی ریح دل کی طرف اُٹھتی تھی۔ اب وہ تو کم ہے مگر دل کمزور بے حد معلوم ہوتا ہے۔

صفی

قطعہ

دیکھنے کو ہم نے بھی دیکھے ہیں صدہا آدمی
لیکن اب تک تو نظر آیا نہ ایسا آدمی

آپ سے دیوانہ پن کو ہم صفی کے کیا کہیں
ہے تماشے کا تماشہ آدمی کا آدمی

(صفی)

---

[1] موسومہ حکیم صاحب

۲۶/ اسفندار ۱۳۲۶ف

حکیم عابد علی غیور کے نام

تسلیم

ایک صاحب حکیم ہیں، میرے دوست ہیں، تالاب میر جملہ کے دواخانے میں مددگار مہتمم ہیں۔ عبدالقادر نام ہے چھ دن سے میرے معالج ہیں۔ زرافہ دے رہے ہیں کھانے کو ایک مفرح جس میں شاید برائے نام زعفران اور کافور شریک ہے۔ ورق بھی محلول ہیں۔ پینے کو شربت صندل، صبح کی خوراک میں یا دوپہر دودھ کی لسی کے ساتھ کھانے کو ایک پڑی سی چیز بھیجتے ہیں غالباً اس میں کونین ہوتی ہوگی الغرض اس مرض میں افاقہ ہے سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ گھر سے قریب ہے اس محلہ کے اکثر لوگ انھیں کے پاس رجوع ہوتے ہیں اور آج کل تو بہت ہیں مجھے دوا منگوانے میں بہت آسانی ہوتی ہے میرا گھر کیا ہے ایک دھنڈار اکیلا پڑا ہوا ہوں سب کو منتقل کر دیا ہے۔ یہ تو جملہ معترضہ ہوا ہاں تو دوا آسانی سے آجاتی ہے کھا رہا ہوں اور فائدہ بھی ہو رہا ہے۔۔۔ اس حیدرآباد کی منظوری سے نہایت ہی پریشان تھا آپ نے تکمیلہ کا کیا خوب نسخہ تجویز کیا ہے۔ لور آف اسیڈ کا جوڑ بنا رہا ہے کہ ایجاد بندہ ہے اس کا نام "اتحاد سرکارین" رکھیے جی لوٹ گیا اور یقین آگیا کہ میں بہت جلد اچھا ہو جاؤں گا۔

لوگ دھڑا دھڑ مر رہے ہیں اور ہیبت سے بھاگے جا رہے ہیں ذرا یہ ہنگامہ کم ہو اور رواروی آنے والے آجائیں تو کچھ اپنی سوچوں فی الحال۔۔۔ بعد علاج کروں گا۔

ارے یار مجھے پرسوں بڑی شدت سے بخار تھا میں تو سمجھا کہ چلا۔۔۔۔

ذرا ان صاحب کا مزاج پوچھیے بیمار ہیں اور آپ کے عقیدت مند پھر میری سفارش کے طالب۔ میرا خرچ ہی کیا ہوتا ہے صرف یہی کاغذ یہی سیاہی۔ قلم بھی پتی کا ہے برو کا نہیں کہ جلد گھس جائے ان کا علاج کیجیے۔ آدمی بہت صاف سیدھے ہیں دنیا میں رہنے کے قابل نہیں۔ حامی تخلص ہے۔

یہ اپنی دوا کو آتے رہیں گے تو میری کیفیت بھی آتی رہے گی آپ کے علاج پر دوسرا

علاج نہیں کر سکتے اس لیے دوا رکھ لی ہے دو چار دن کے بعد شروع کروں گا انشاءاللہ!
چائے خانے کا مزاج شریف!!!

خاکسار
صفی

حضرت شریک معتمد صاحب قبلہ

دیوان جلیل اور سالنول دہلوی

دو کتابیں مرسل ہیں۔ وصول فرما کر رجسٹر میں ابوالنصر صاحب کی دستخط لیجئے۔ میں حاضر ہو کر فیس دوں گا اور کتابیں لوں گا۔ داغ صاحب کا دیوان (میرا) انھیں دے دیں تو مہربانی ہوگی۔

صفی

بنام مولوی عبدالباقی شطاری صاحب

مولانا!

فارابی کی زبان میں مخاطب کرتا ہوں۔

میرے آقا۔ آج کل آپ علی آباد کا رستہ بھی بھولے ہوئے ہیں۔ یہ کیوں؟ جان و مال کی خیر مانگتا۔ اور صحت و عافیت کی دعا کرتا ہوں۔ آپ سے ملنے کے لیے پریشان ہوں۔ اور یہ پریشانی متعدی ہوگئی ہے۔ آج کا دن حشر و نشر کا دن ہے اگر یہ کام نہ نکلا تو بس میں تو سمجھ گیا کہ مرادم نکل گیا۔" وہ کہ "بہ یک نقطہ یا بوشود الخ" اپنی حد سے بہت بڑھ گیا ہے۔ ہاں کیوں نہ ہو جب لہو منہ کو لگتا ہے تو پھر چھٹائے نہیں چھوٹتا۔ ہائے وہ اجمیر[1] میں مرنے والا آج زندہ نہ ہوا۔

جگہ سے اٹھ جائے کسی گوشے میں ان کا دردِ دل گوشِ دل سے سنیئے۔ کوشش

---

[1] حضرت کیفی مرحوم

فرمائیے آپ کے آگے کسی کا چراغ کیا جلے گا۔ خدا جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے مگر خداوند بھی جب چاہتے ہیں تو ستو ہیں لوٹے[۹۰] کام بنا لیتے ہیں اور آپ میرے خداوند ہیں۔
خداوند نعمت نہ سہی خداوند محبت سہی:
جس کے متعلق حد سے بڑھنے کا ذکر کیا ہے وہ شخص اپنے مذہب کی پچ کرے گا اور کام بگاڑے گا۔ ایسی صورت میں آپ کا ہاتھ اس کام میں لگ جائے اور پالو درمیان میں رہے تو اس کے بے دست و پا ہونے میں کوئی شک نہیں رہ سکتا علالت مزاج کی وجہ آج کل غلام مرتضیٰ کی چھاؤنی میں ہوں۔ ذرا ملیے اور ہو سکا تو آج ہی بڑا کیا ہے وہاں عطاء الرحمٰن صاحب جمعدار امور مذہبی کا مکان پوچھ لیجئے۔ ہر شخص بتا دے گا۔ شام یا رات آج جب ملے ملوں گا۔ ایک نظم بھی سنانی ہے۔ "قلندر"

بھائی جوہر! وعلیکم السلام۔ ۱۱ بجے خط ملا۔ آج محرم کی بیسویں، بدھ کا دن ہے تاڑبن کا میلہ تھا۔ جی تو چاہتا تھا کہ میلے کو بھی دیکھوں اور میلے کے دیکھنے والوں کو بھی۔
اب یا تو اپنی گرہ سے کچھ کھلتا کہ دل کی گرہ کھل جاتی اور تماشہ بینی کا لطف آتا مگر یہاں چیل کے گھونسلے میں ماس کہاں؟ یا کوئی دوست کرم فرما ہوتا تو گھر بیٹھے جی بہل جاتا لیکن یہ بھی آس کس کو؟ اس وقت شام کے چھ[۱] بجنے کو ہیں۔ دل بہت دکھا ہوا ہے بہرحال مہجور ہوں! مجبور ہوں! اور اپنے مقصد سے دور ہوں۔
حاوی و ضابطہ دونوں صاحب تفصیلی خط لکھنے والے ہیں۔ والدہ دعا فرماتی ہیں۔ ناوک و پیکان کو پھر بھی وہ پہنچانے کے بعد خط لکھنے کے لیے تاکید کی ہے۔ خدا میری زبان میں اثر دے! لاہور سے کشمیر ضرور جائیے۔
ہر سوختہ جانے کہ بہ کشمیر در آید ٭ گر مرغ کباب است کہ با بال و پر آید
نئی بات صرف اس قدر ہے مصور ادھر سے مصنوعی دوست بن کر میری مشہور اور گھریلو زندگی کی تصویر لینے پر مقرر کئے گئے ہیں۔
"عمر کا فرہمہ را بہ کیش خود پندارد"
صفی

---

[۱] حضرت صفی کو مولانا عبدالباقی شطاری کا دیا ہوا نام۔

غلام علی صاحب حاذق[له]

آج اگر تم یہ پوچھو کہ ہم اپنی اصلی زبان کے جوہر دکھائیں تو یہاں اور کس طرح دکھا سکتے ہیں ہمارے بڑے بوڑھے جو بولی بولتے تھے وہ بالکل مفقود نہیں ہوئی بھی تو عدم آباد سے ایک منزل قریب تر پہنچ گئی ہے۔ سنو! دلی اجڑی تو اہلِ کمال و اہلِ ہنر کے دو ٹھکانے رہ گئے ایک لکھنؤ دوسرا حیدرآباد۔ دلی سے لکھنؤ قریب تھا اور وہاں ایسی ریاست بھی تھی جان مال، عزت، آبرو، عیش و آرام، عزیز و اقارب ایک کو رونے والے موجود تو بہت تھے مگر تھوڑا سا ہی سہارا دیکھ کر سب کچھ بھول جاتے تھے۔ نشاط کے باغ میں خزاں ضرور آ چکی تھی مگر ادھ موئے پھول اپنا جوبنِ پُر بہار ہی کا کام دیتے تھے کچھ نہ کچھ دکھا دیتے تھے۔

رہ گیا حیدرآباد بُعدِ مسافت اس کے سفر سے مانع تھی مگر دور اندیش یہاں بھی پہنچ جاتے تھے یہ لکھ لٹ سرکار، ہنرمند بے ہنر سب کا پیٹ بھرتی تھی فقیروں کو امیر بنا دیتی تھی لکھنؤ کا سنبھالا شروع ہوا اور ناچ گانا سننے والوں کا گھنگرو بولنے لگا اور لوپ پر لوپ کا سکہ جمنے لگا اب بھاگڑ پڑا۔ اب جس کو دیکھو حیدرآباد کا وظیفہ پڑھنا شروع کیا حل مشکلات کے لیے یہ عمل علوی یا موکل تھا خوب چلا۔ دکن کی میزبانی اور زماں روائے دکن کی فیاضی الم نشرح تھی لوگ یہاں آ آ کے بسنے لگے اچھے برے سب ہی آئے مگر ٹھنڈلوں محتاج، بھنگ بھونے ٹھیکرا نہیں مگر نا قدرست قلعہ معلیٰ میں پیدا ہونا، عرشِ معلیٰ پر ہونا سمجھتے اور سمجھاتے تھے۔

یہ ہل چل ہندوستان بھر میں تھی لکھنؤ، دلی اور ان دونوں کے مضافات پنجاب وغیرہ ہر جگہ کا آدمی آ بسا۔ نوبت این جا رسید حیدری مار ٹولہ، بھانت بھانت کا جانور بولا۔ اس وقت حیدرآباد پر پھبتی ہے غضب تو دیکھیے جوتے بیچیں، آئسکریم قلفی پکارتے پھریں۔ کباب شکم پُر کی دوکان کریں چپاتی، دال، سموسے ٹکیاں بنائیں۔ اکثر ایسے مفلس محفل گائیں مگر جس سے سنئے بہادر شاہ ظفر کا پوتا ہے یا واجد علی شاہ کا نواسہ (یا مرے اللہ)۔

له جانشین صفی اورنگ آبادی

اب رہ گئی زبان۔ چھنتو، چکو، تھوتر، تجوری، چڑیاں ایسے ہزار مہملات ہیں۔

... رداں طرف پرلی طرف لونڈے بیٹا ہے کان بولتے ہیں اور اہل زبان ان کی بازپرس نہیں کرتے۔ تو رہے تو ہے ہمارے حیدرآبادیوں پر کیوں کہ وہ نئی، ہوئی، نکو بولتے ہیں۔ قالو بلی کو کالو بلا بولنے والوں کو کوئی نہیں ٹوکتا۔

١۔ اب لکھے پڑھوں کو لیجئے وہ مصدر تانیثی بناتے ہیں۔ روٹی کھانی۔ بات کرنی نیند آنی مصدر جمع بولتے ہیں جیسے روپے دینے، کرتے بنانے دھوکے کھانے (دلی)

٢۔ ایک ایسی پارٹی ہے کہتی ہے روٹی کھانا تھی بات کرنا تھی نیند آنا تھی اور روپے دینا تھا کرتے بنانا تھا دھوکے دینا تھا (لکھنؤ)

٣۔ ان سب سے زیادہ ہمارے پنجابی بھائی۔ میں نے کھانا کھایا ہوا ہے گئی وہ کتاب دیکھی ہوئی تھی۔ ہائے رے حیدرآباد اور تیری مسافر نوازی اور فراخ دلی۔

اب یہاں کی زبان کھچڑی ہو گئی ہے کوئی نہیں بتا سکتا کہ ٹھیٹ دکنی بولنے والے زندہ ہیں۔ الا ماشاء اللہ!

مرے خیال میں اس وقت ہندوستان بھر میں جو زبان حیدرآباد کی ہے وہ کسی خطہ کی نہیں البتہ جھوٹ کم بولتے ہیں۔ آبا کی جوانی کی اور واجد علی کے علیش کی قسم جھوٹ کھوں تو دلی کا تخت نصیب نہ ہو۔ جھونپڑے کو حویلی کہنا معمولی آدمی کو رئیس بولنا ہر چھوٹے بچہ کو صاحب زادہ گننا یہاں کا دستور نہیں۔

بہبود علی عفی عنہ

بنام ابو الفیض فیاض صاحب

مغلپورہ سے

بھائی صاحب!

تحیت مسنون۔[۱]

یاد پڑتا ہے کہ چاؤش نے مجھے آپ کا مشاعرے والا (زیرِ جواب خط) شاید چوتھی محرم کو دیا ہے۔ میں لے کر بھول گیا اس وقت اچانک خیال آیا۔ خیالی صاحب سے بھی غزل کے لیے کہہ دیا تھا۔ انھوں نے کیا جواب دیا مجھے یاد نہیں۔ آج ۱۳ محرم ہے دو بج چکے ہیں۔ خدا کرے یہ خط کل آپ کو موقع پر پہنچے۔ یہ غزل اتنی سیر نہیں جتنی میری عادت ہے۔ بنائے کار اچھی تو ہے کاش یہ مشغلہ پنپے اور کوئی سد راہ نہ ہو۔

الٰہی کس طرح جائے گا اب دردِ جگر میرا — دعائیں میری بے تاثیر نالہ بے اثر میرا

وہ آئے بھاگ گئے بس خیر ہو کچھ اور سمجھے ہوں — شگون بد ہے ایسے وقت رہنا بے خبر میرا

کسی کو تو دلاسا دے تسلی دے تشفی دے — عدو کا دل تو دل ہے اور لے بیداد گر میرا؟

تری ناقدردانی کا عوض تا قدردانی تھی — مزہ آتا ذرا اپنے پہ بس چلتا اگر میرا

ستم توڑے ستایا پھر پشیماں بھی ہوا دل میں — غلط فہمی ہوئی آخر ہے میرا فتنہ گر میرا

مجھے اقبال ہے کوئی کہے تو لاکھ میں کہہ دوں — کہ غم ان کا ہے دل میرا ہے درد ان کا جگر میرا

وہی غصہ وہی تیور بتائے بیخودی کیا تھا — اٹھایا ان کے قدموں پر سے آخر کس نے سر میرا

وہاں کیا اس نے دیکھا اس پہ کیا بیتی خدا جانے — جو میری جان کا دشمن بنا ہے نامہ بر میرا

وہ اب تو بے غرض بے واسطہ بے تعلق تھے — نہیں معلوم نکلا نام پھر کس بات پر میرا

یہ مانا آسماں سو ظالموں کا ایک ظالم ہے — مگر میں کیا کروں جب ہو عقیدہ آپ پر میرا

خلاف واقعہ دنیا کو کچھ باور کرانا ہے — بنے بن کر جو اب وہ پوچھتے پھرتے ہیں گھر میرا

سمجھ والے اب ایسے آدمی کا نام خود رکھ لیں — جو ظالم دوست بنتا ہے ادھر ان کا ادھر میرا

صفی تیری قسم کس نے تجھے باور کرایا ہے
بھلا وہ خود غرض خود کام اور اس پر اثر میرا

چاؤش کا مکان توسیع دواخانہ کی غرض سے سرکار میں لے لیا جا رہا ہے وہ آسرا

۱۔ ہو باقی)

ڈھونڈنے کے لیے سراسیمہ ہیں ایک قیاس یہ بھی ہے کہ گھر اسی محلہ مغلپورہ میں ملے جب وہ
ملیں گے اور میں اس غزل کے بھیجنے کا ذکر ان سے کروں گا تو ہم دونوں میں آپ ایک
خاص حیثیت تھوڑی دیر تک وجہ گفتگو رہیں گے۔

تقویم پارینہ
صفی اورنگ آبادی

بھائی صاحب![1]

اللہ تعالیٰ آپ کو حسب مراد تندرست اور ہر طرح مقصدیں کامیاب رکھے۔
شاید آپ نے اب تک دو خط لکھے اور مجھے دونوں کے دونوں بھی پہنچے۔ اسی میں رہا ذرا
سنبھلوں تو جواب لکھوں آج آپ کے بھیجے ہوئے لطیف الدین صاحب آگیا آئے اپنے ساتھ
کوئی نہ کوئی جادو ضرور لائے کہ دماغ جگہ پر ہے نفس بھی ذرا کم ہے ورنہ خیال یکسوئی گھنٹہ
یا گھنٹے نصیب نہیں ہوئی (۱۲) گھنٹے دن اور (۱۲) گھنٹے رات میں جو کام کرتا ہوں
لف و نشر غیر مرتب کی طرح آگے کا پیچھے اور پیچھے کا آگے ہوا کرتا ہے فکر سخن کا حال یہ ہے
کہ اگلا کہا بھولتا جا رہا ہوں اور اب کہنے کی صلاحیت کم ہوتی جا رہی ہے اصلاح کے لیے
اب بھی کرم فرما آتے ہیں اور بساط کے موافق ان کے آنسو پونچھ دیا کرتا ہوں۔ بیچارے
مجھ پر اطمینان کر کے چلے جاتے ہیں۔ ہاں! خوب یاد آیا، آپ کا خط نکالا۔ نکلا! واقعی
"روح" کے تجربے والا قطعہ اچھا ہے اور یوں بھی اچھا کہ میں اتنا بھی نہیں کہہ سکتا آج
کل دوسروں کے کیڑے نکالنے کے کام کا رہ گیا ہوں وہی حال خود را فضیحت و دیگر
را نصیحت" مد کا شمار اعراب میں ہے حروف میں نہیں مگر شاید نعمت خاں عالی نے کیا ہے
آگے ذریعے آپ کا خط۔ میرے لیے فال نیک ہوگا انھوں نے غریب خانے پر خود تکلیف
فرمائی۔ خدا حافظ

صفی

۸ر فروری ۱۹۵۴ء

---

[1] ابوالفیض فیاض

ہفتہ ۲۷ فروری ۱۹۵۴ء

بھائی! وعلیکم السلام۔

شاعری میں سلف کا کوئی استاد ہو دورِ حاضر کا جس غلطی کو روا رکھے اور اسے ایک بار کرے یا کئی بار ——— اسے اختیار ہے مگر میں تو ہر قسم کی غلطی سے بچنے کا سختی سے پابند رہوں گا اور جو میری مانے گا اسے پابند کروں گا "ضرورتِ شعری" شاید یہ نہ ہو سکے گی کہ خلاف قواعد کوئی جو چاہے لکھ مارے کیوں کہ اس ضمن میں بہت سے لوگ اپنی ہر قسم کی کمزوری چھپا جاتے ہیں۔

آپ کی نظم دیکھی ایک صورت سے بڑی اچھی ہے اس ڈھنگ کو ہمیشہ کے لیے اختیار کر لیجئے تو بڑا اچھا ہوگا اور بلا شرکت غیرے واحد سے آپ اس میں کافی شہرت حاصل نہ کریں گے بلکہ صاحب طرز کہلائیں گے۔

بھائی یافعی صاحب نے اپنا کتب خانہ جو منتقل کیا ہے اس سے میں اول سے آخر تک واقف ہوں۔ واقعی بڑا کام کیا۔ ہر ایک کا یہ حوصلہ نہیں ہو سکتا۔
خدا حافظ دن کا ایک بج رہا ہے طبیعت اس وقت ذرا مضمحل ہو جایا کرتی ہے۔

خیر خواہ

صفی اورنگ آبادی

ماہنامہ سب رس حیدر آباد دکن
یادگار صفی نمبر

نوٹ:۔ حضرت صفی کے یہ تینوں خط جناب ابو الفیض فیاض صاحب کے نام اپنے انتقال سے (۱۵ مارچ ۵۴ء) تقریباً ۲۰ بیس دن پہلے لکھے تھے

تحریریں

جناب ہرمز حیدرآبادی کے نام

۱. میرے ہاں آنے کے لیے وقت کی پابندی کیا کیجیے میں گھر نہ ہوں تو کوئی کاغذ گھر میں دینے کی ضرورت نہیں۔ ہر صبح (۸) سے (۱۰) تک اور شام (۴) سے (۶) تک گھر پر رہا کرتا ہوں۔

۲. اگر مخاطبت کے ساتھ استدعائے اصلاح کی نہ جائے گی تو آئندہ اصلاح دی نہ جائے گی۔ صفی

صاحب[1]

"بندہ پرور" والی غزل کا پرچہ کاغذوں میں مل گیا ہے ڈھونڈھتے سے بھی نہ مل سکا۔ اگر آپ کے پاس مسودہ ہے تو خیر۔ کل روانہ فرمائیے۔ ورنہ کوئی فکر کی بات نہیں۔ آدمی کے بھیجنے میں وقت کی پابندی فرمائی جایا کرے۔

غزل آپ لفافے میں رکھ کر کھلا لفافہ بھیج دیا کیجیے میں اصلاح کے بعد بند کر کے واپس کر دیا کروں گا۔

شب میں آج بھائی صاحب کے پاس (نارائن لیڈ ہاؤس) مشاعرہ ہے اُن ہی کے کام میں ہوں۔ خدا معلوم رات میں واپسی کب ہو۔

انھیں کل ٹھیک پانچ بجے (اسی وقت) بھیج دیجیے۔ مرسلہ غزل بعد اصلاح واپس کر دوں گا۔ اپنے حاضر ہونے کے وقت سے بھی کل ہی اطلاع دوں گا۔
صفی

صفی کو شاعری سے مل گئی ہر دل عزیزی بھی
دروغ مصلحت آمیز بھی ہے کیا ہنر دیکھو
صحؔ

---

[1] نواب محمد اقبال الدین خان اقبال (خلف نواب معین الدولہ) شاگرد جناب صفی

قادر سلمہٗ [1]

آپ نے انھیں کہا تھا کہ "میرے گھر پر نماز جمعہ کے بعد جا یئے" اس لیے انھیں ذرا پریشانی ہوئی۔

پہلا نسخہ تو اسی وقت جوش دے کر کل تک سب خوراکیں میرے اس نوشتے کے مطابق بنوا لیجیے۔ لیکن ...

دوسرا نسخہ کل صبح ہی پانی جوش دے کر بھگنے ڈال دیا جائے اور چھے گھنٹے کامل بھیگنے کے بعد پھر اسے جوش دے کر تیار کیا جائے اسی طرح ہر نسخہ چھے گھنٹے بھگویا جائے تین دن تک یہ دوا پی لیجیے ان شاء اللہ رجوع دواخانہ ہونے کی ضرورت نہ پڑے گی شہد کل چار نسخوں کا ہے ایک نسخے کا شہد بچ جائے گا تو ایک نسخہ پھر منگوا لینا۔

شہد میں چونٹیاں ہیں لیکن چونکہ جوشاندے ہیں ملا کر گرم کر کے چھان لینا ہے اس لیے چونٹیاں حارج نہیں۔ اور اتنا اچھا شہد مل بھی نہیں سکتا تھا اس لیے میں نے اپنے پاس سے دے دیا۔ کل صبح دس بجے تک اپنی کیفیت بھجوا لیجیے۔

صفی

قادر سلمہٗ

---

(۱) اگر آپ مجھے کچھ سکھانا چاہتے تو معاف فرمائیے! پڑھنے لکھنے میں آپ میرے استاد نہیں بن سکتے اگرچہ میں اب بھی ایک طالب علم ہوں۔

(۲) اگر آپ بے پروا ہیں تو دوست کا بدترین عیب بے پروائی ہے جب آپ کو میری پروا نہ ہو تو کیا ضرور ہے کہ میں آپ کی پروا کروں۔

میں نے کہا

صفحے میں دو کالم بنا کر آپ مصرعے کے نیچے مصرع لکھ کر بھیجا کیجیے آپ ایک صفحے پر لکھتے ہیں اور مقابل کا صفحہ اصلاح کے لیے چھوڑ بھیجتے ہیں میں نے مانا یہ اُس سے

---

[1] بنام جناب غلام قادر صدیقی سالک
شاگردِ جناب صفی اورنگ آبادی

اچھی بات ہے مگر اس سے میری بات کی تعمیل کہاں ہوئی۔
میں نے کہا کہ غزلیں ایک صفحے پر ہوں آپ نے سب سے آخری غزل "صدقے" کی ردیف والی میری ہدایت کے خلاف لکھی۔ اگر آپ مجھ کو اس لیے خاطر میں نہیں لاتے کہ میں استاد تو ہوں مگر غریب آدمی ہوں تو مجھے آپ سے ایسی امید نہ تھی!
کسی دن پانچ بجے شام کو بلوایا ہے (۱)۔ مقام نہیں لکھا (۲)۔ بلوانے کی وجہ نہیں۔ جب یہ نہ معلوم ہو کہ کہاں آؤں؟ اور کیوں آؤں تو اب میرا کیا قصور۔ ہم دونوں میں جو کم سمجھ ہے خدا اس کو سمجھ دے۔

صفیؔ

حضرت صفیؔ کے اشعار

بس خدا کی ذات ہے بے عیب ہم تم کیا صفیؔ
آج تک پیدا ہوتے نہیں آئے ہیں کس پر اعتراض

نہ جانے ہند والے کون ہیں اور بولتے کیا ہیں
صفیؔ ہم دکھنیوں کی صاف اردو اس کو کہتے ہیں

ہند میں ہے مرے اشعار کی تعریف صفیؔ
واہ وائیں تو وطن میں ہوں مقدر باہر

قدر کرتا ہوں آپ اپنی صفیؔ
ہائے مجھ کو بھی کیا زمانہ ملا

یں جو کم سمجھ ہو خدا اس کو سمجھ دے ۔

صفی

جناب نورالدین خانصاحب "سوانح عمری صفی اورنگ آبادی"
میں رقم طراز ہیں :۔

کیفی اپنے شاگرد صفی کے شعروں پر والہانہ انداز سے داد دے کر ہمت افزائی کرتے تھے چنانچہ صفی کی ایک تحریر میں ایک دل چسپ واقعہ درج ہے اس واقعہ میں کیفی کی سادگی اور زندہ دل شخصیت کا پرتو بھی نظر آتا ہے ۔ صفی لکھتے ہیں :۔

"تصور صاحب کے یاں ایک مرتبہ رجب میں مشاعرہ ہوا تھا ۔ استاد عادت کے موافق حاضر دربار غریب نواز تھے ۔ مجھے ارشاد تھا ، دیکھو مشاعرہ میں ضرور جانا ۔ تصور ہمارا دوست ہے رنجیدہ ہو جائے گا ۔ میں گیا اور غزل پڑھی ۔ واپس تشریف لائے تو شاہ عالم خاں کے مکان میں میرے سرخ رو صدیہ اخلاق ، خاں عالی قدر شفیق مردم فریب ہمارے چشم دوست کے ساتھ ایک حجرے میں بیٹھے کچھ سفر کی باتیں یا حساب کتاب فرمائے میری آواز سنی ۔ السلام علیکم فرمایا (یہ خاص ادا تھی ، آپ جب کبھی اپنے خلوص سے ملنے والوں کے مکان پر قدم رنجہ فرماتے یا کسی ۔۔۔۔ دوست سے ملنا چاہتے السلام علیکم ذرا اونچی آواز میں فرماتے) میں نے تو پہچان ہی لیا ۔ خوشی خوشی حجرے کے قریب جا کر اندر آنے کی اجازت چاہی فرمایا " آؤ بھئی یہاں کون ہے " سامنے جا کر آداب بجا لایا مصافحہ کیا ۔ دوزانو بیٹھ گیا (آپ چھوٹوں کے ساتھ بے تکلفی کا برتاؤ اور بڑوں کا سب سے زیادہ ادب کرتے تھے) یہ کمال تھا کہ آدمی کو بے ادب نہ ہونے دیتے اور پھر دنیا بھر کے مشورے ہر ضیغہ کی گفتگو ، ہنسی ، چہل ٹھٹھول دلگی سب کچھ ہوتی ۔ ہنسنے ہنسانے میں تو کمال تھا ۔ فرمایا " بھائی یہ مدرسہ نہیں ۔ دوستوں کی محفل ہے ۔ یاروں کا حق ۔ سیدھے بیٹھو ۔ بے تکلف بیٹھو ۔ تکلفات ٹھیک نہیں ۔

(پل بھر چپ رہ کر) ہاں صفی !
مشاعرے میں ضرور گئے ہوں گے ۔ شعر پڑھے ہوں گے سناؤ " ۔

میں نے غزل سنانی شروع کی۔ جب یہ شعر پڑھا ؎

یہ کس مرض کی دوا ہیں بڑی بڑی آنکھیں
ہماری قدر تو تیری نظر میں کچھ بھی نہیں

جھوٹے کو مرتے وقت کلمہ نصیب نہ ہو "ہائے" کہہ کر گھٹنوں میں سر رکھ کر بڑی دیر تک اسی طرح رہے اس بے ساختہ درد بھری آواز سے میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے دل دھڑکنے لگا۔ اب مجھے افسوس یہ ہوتا تھا کہ یا اللہ میں نے یہ شعر کیوں سنایا اتنے میں آپ نے سر آہستہ سے اٹھا کر فرمایا "سبحان اللہ صفی سبحان اللہ"

مولوی ابو محمد عمر بن یافعی کے تقاضوں پر

آج سے سال بھر پہلے میں نے اپنا دیوان جمع کرنا شروع کیا تھا وہ چاہتے تھے کلیات حضرت کیفی کے طبع کے بعد ہی اس کام کی ابتداء کردیں۔ مجھے شاعری آئے ہوئے نہیں معلوم کتنے برس گزرے مگر یہ اچھی طرح یاد آتا ہے کہ جب ہوش سنبھالا ہے شعر کہتا ہوں ضرورت اور سن کے بدلنے سے میری شاعری نے ہمیشہ رنگ بدلا کیا۔

بچپن کے بعض خرافات یاد آتے ہیں تو شرما جاتا ہوں اور کبھی دوستوں سے سنتا ہوں تو ہنسی آجاتی ہے کہتے ہیں کہ عاشقی بھی ایک جنون ہے مگر میں شاعری کو بھی یہی سمجھتا ہوں۔ ہاں دائمی اور دوری کا فرق ہو تو ہو۔ کم سنی میں ایسے بھی شعر نکل گئے ہیں جن کو پڑھ کر میں اب تک سر دھنتا ہوں ایک تو سن لیجیے!

کون سا آفت زدہ رہتا ہے کوچہ میں ترے
شب کو اک آواز آتی ہے "الٰہی کیا کروں"

شاید مری عمر اس وقت (۱۶) سال کی تو ہوگی۔ بچپن سے خوش خط ہوں۔ اس زمانے کے اشعار کی کاپیاں میں نے سلیقے کے ساتھ بنائی تھیں صفائی کے ساتھ لکھا تھا اور جان سے زیادہ عزیز رکھتا تھا میری زود اعتباری سے مجھے ہمیشہ نقصان۔ ایک صاحب نے عہدہ دار وقت کی دستخط بنائی اور گرفتار ہو گئے وہ سرمایہ وہیں ڈوبا۔

کیفی صاحب کی شاگردی سے پہلے میں شعر بہت کہتا تھا اور جلد کہتا تھا اور اب دیر سے کہتا ہوں اور کم کہتا ہوں اور پہلے گا ہے ماہے اور اب حساب دوستاں۔ مجھے بدنام کرنے والوں میں حالد۔ حامی۔ حانی۔ بلکہ معترض۔ سنی ہوں حنفی ہوں۔ صدیقی ہوں، اورنگ آبادی ہوں۔

میں تو صدیقی ہوں لیکن نام کے آگے صفی
لوگ لکھ دیتے ہیں مجھ کو میرزا و میر بھی

سودائی ہوں۔ خوش خط ہوں۔ کاپی نویس ہوں آبائی پیشہ کے لحاظ سے حکیم ہوں۔ منشی نہیں مولوی نہیں۔ مرفہ حال نہیں۔ ملازم نہیں۔ متاہل نہیں شاعروں میں سودائی ہوں اور عاشقوں میں مجنوں۔ میرا حال کا نام بہاالدین ہے مگر ایک بزرگ نے بہو علی نام رکھا تھا ان کی زبان کا اثر کہیئے یا والدین کی پسند کہ اسی نام سے اب مشہور ہوں۔ گھر کا نام میاں جانی ہے۔

زمانہ بدلا۔ زبان بدلی۔ اس کی شائستگی بدلی، سادگی دفن ہوگئی اب تصنعات پر لوگ جان دینے لگے ہیں اور یہی تہذیب گنی جانے لگی اس مقطع کو دیکھئے۔

میر کیا سادے ہیں بیمار ہوئے جس کے لیے
اسی عطار کے لونڈے سے دوا لیتے ہیں

اب کوئی ایسا کھلم کھلا لکھے تو جھنڈے پر چڑھے اُسے اُنگلیوں سے بتائیں اور ایسے اشعار کو خلافِ تہذیب بتائیں۔۔۔ یہ سمجھ لیجئے قیس ہوں مگر مقلدِ زلیخا ہوں آپ اپنا شیدا ہوں

ڈیڑھ جز یہ بھی تو ہے مطلع و مقطع غائب
غالب آسان نہیں صاحبِ دیوان ہونا

انشا کے صفی اورنگ آبادی

فارابی!

پرسوں ایک پوسٹ کارڈ لکھا ہے نہیں پہنچا ہو تو آج پہنچ جائے گا۔
تاج کا وہ نمبر دیکھا، کہنے والے کو بہت گنجائش ہے اُس میں دو چار کو
پڑھے، پھر اپنی اپنی پسند!

آپ کی فرمائش سر آنکھوں پر! مگر کیا کروں مجبور ہوں اپنی فکروں میں۔
کہاں! دل مردہ ہو گیا ہے، سامان ہو تو شاعری کروں۔ آثار بُرے ہیں "نو من
نہ رادھا ناچے گی" آج منگل ہے ایک ہی دن بیچ میں رہ گیا! اللہ مالک ہے۔
میں بلائیے تو خوب ہوگا بخشنے کو گھڑی بھر بے فکری سے نہیں بیٹھ سکتا اس پر
مرضی۔ فقط صفی

میر[1] کا لہجہ۔ سودا[2] کی ہجو۔ درد[3] کا تصوف۔ سوز کی گھلاوٹ[4]۔ مصحفی[5] کی
انشا[6] کی ہمہ گوئی۔ میر حسن[7] کی معاملہ نگاری۔ انیس[8] کی بلاغت۔ ناسخ[9] کا اُصول۔ آ
پن۔ غالب[10] کی ندرت۔ مومن[11] کا تخیل۔ ذوق[12] کی بندش۔ داغ[13] کی ادا۔ ظفر کی تر
اکبر کی سِتم[14] ظریفی

صبح سے میرا گھر میں نہ رہنا اور آپ کا ایک بار نہیں ۳ بار آنا اس بات
ہے کہ میں کسی ضروری کام پر گیا ہوا تھا اور اُن صاحب کے نہ ملنے کی وجہ سے
کے انتظار میں ہوں۔ میں ضرور آؤں گا لیکن کل صبح۔ بشرطیکہ رفعت[1] میاں آج
غریب خانے تک تکلیف فرمائیں۔

پھنسیوں پر فی الحال صرف صندل پانی میں گھس کر لگائیے۔ اس میں
آدھی کافور کی شریک کر لیجیے تو اچھا ہے۔ کتاب میں پوری دیکھ چکا ہوں لیکن کوئی
نہ سکا کل آتے وقت ساتھ لیتا آؤں گا۔ صفی

---

[1] سید مبارز الدین رفعت۔ یہ خط ڈاکٹر ابو النصر خالدی کو لکھا گیا ہے۔

حضرت صفی کی ایک تحریر

سُنّی ہوں حنفی ہوں صدیقی ہوں اورنگ آبادی ہوں سودائی ہوں خوش خط ہوں۔ سکابی نویس ہوں۔ آبائی پیشہ کے لحاظ سے حکیم ہوں۔ ملتی نہیں مولوی نہیں۔ مرفع الحال نہیں۔ ملازم نہیں۔ متاہل نہیں۔ شاعروں میں سودائی ہوں اور عاشقوں میں مجنون۔

میرا حال کا نام بہاؤ الدین ہے۔ مگر ایک بزرگ نے بہبود علی نام رکھا تھا ان کی زبان کا اثر کہیئے یا والدین کی پسند کہ اسی سے اب مشہور ہوں عرف میاں جانی ہے۔

میں تو صدیقی ہوں لیکن نام کے آگے صفی
لوگ لکھ دیتے ہیں مجھ کو میرزا دبیر بھی

قادر سلمہ

وا علیکم السلام۔

پرسوں سے حضرت اماں کی طبیعت خراب اور بہت خراب ہو گئی ہے۔ آج افاقہ ضرور ہے مگر ناتوانی نہ پوچھئے۔ میں نے ستہ شوال سمیت ہر حال میں روزہ رکھنے کی ٹھان لی ہے (انشاء اللہ!)۔

آپ کو مع متعلقین دُعا کے علاوہ عمر جاوش کو بھی اسی میں شامل سمجھا ہوا،

صفی

اچھا ہوں جو شوق اگر ہے تو اے صفی
چند روز اچھے لوگوں کی تو جوتیاں اٹھا (صفی)

صفی اورنگ آبادی سے متعلق لکھی گئی کتابیں اور مضامین

کتابیات صفی اورنگ آبادی

و۔ مجموعہ کلام :-

۱. انتخاب کلام صفی اورنگ آبادی — مرتبہ : پروفیسر مبارز الدین رفعت حیدرآباد ۱۹۶۳ء
۲. پراگندہ (مجموعہ کلام) — ؍؍ : خواجہ شوق حیدرآباد ۱۹۶۵ء
۳. فردوس صفی (مجموعہ کلام) — ؍؍ : سید غوث یقین پاکستان ۱۹۶۸ء
۴. گلزار صفی (مجموعہ کلام) — ؍؍ : رؤف رحیم حیدرآباد ۱۹۸۷ء
۵. کلام صفی اورنگ آبادی (غیر مطبوعہ) — ؍؍ : محمد نورالدین خاں حیدرآباد ۱۹۹۳ء

ب. صفی سے متعلق کتابیں :-

۱. سوانح عمری صفی اورنگ آبادی — مرتبہ : محمد نورالدین خاں حیدرآباد ۱۹۸۹ء
۲. تلامذہ صفی — ؍؍ : محبوب علیخاں اخگر قادری حیدرآباد ۱۹۹۱ء
۳. اصلاحات صفی اورنگ آبادی — ؍؍ : ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۱۹۹۳ء
۴. خمریات صفی — ؍؍ : ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۱۹۹۵ء
۵. امجد سے شاذ تک — سیاست ۱۹۸۸ء

ج. صفی سے متعلق مضامین کتابوں میں :- مضمون نگار

۱. محمد بہبود علی — عنوان صفی اورنگ آبادی۔ مرقع سخن جلد اول مرتبہ اشرف الدین علیخان ۱۹۳۵ء
۲. صفی اورنگ آبادی — پروفیسر سلیمان اطہر جاوید — تنقیدی افکار حیدرآباد ۱۹۷۷ء
۳. صفی مرحوم کی یاد میں — خورشید احمد جامی — تلامذہ صفی ۱۹۹۱ء
۴. صفی کی اہمیت — پروفیسر سیدہ جعفر — ؍؍ ؍؍
۵. تلامذہ صفی — اکبر الدین صدیقی — ؍؍ ؍؍
۶. صفی اورنگ آبادی کی شاعری — ڈاکٹر رفیعہ سلطانہ — ؍؍ ؍؍

۷.	دبستانِ صفی	ڈاکٹر اشرف رفیع	تلامذہ صفی	۱۹۹۱ء
۸.	تم ہی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا ؟	خواجہ معین الدین عزمی	تلامذۂ صفی	〃
۹.	مرتب کے نام	عبد الحفیظ محفوظ	〃	〃
۱۰.	سخن ہائے گفتنی	محبوب علیخاں اخگر	〃	〃
۱۱.	حرفِ آغاز	محبوب علیخاں اخگر	اصلاحاتِ صفی	۱۹۹۳ء
۱۲.	جائے استاد خالی است	پروفیسر یوسف سرمست	〃	〃
۱۳.	اصلاحِ سخن اور صفی اورنگ آبادی	پروفیسر یعقوب عمر	〃	〃
۱۴.	حرفے چند	پروفیسر گیان چند جین	〃	〃
۱۵.	صفی اورنگ آبادی کی استادی	نورالدین خاں	〃	〃
۱۶.	فانوسِ اصلاح	سید نظیر علی عدیل	〃	〃
۱۷.	صفی بحیثیت استادِ سخن	ڈاکٹر محمد علی اثر	〃	〃

د. صفی سے متعلق مضامین رسائل میں :-

۱.	صفی اورنگ آبادی	غلام دستگیر	سٹی کالج میگزین فروری	۱۹۵۵ء
۲.	صفی میری نظر میں	یوسف کمال	〃	〃
۳.	اردو شاعری میں فن پرستی کا میلان	ڈاکٹر حفیظ قتیل	ماہنامہ صبا جولائی	۱۹۵۵ء
۴.	صفی اورنگ آبادی	صدیقی	ماہنامہ نورس غزل نمبر	۱۹۵۸ء
۵.	〃	ڈاکٹر سیدہ جعفر	〃	〃
۶.	قلندر صفت شاعر	ڈاکٹر عقیل ہاشمی	〃	〃
۷.	حضرت صفی	شریف ایم۔ اے	〃	〃
۸.	صفی ایک صاحبِ طرز شاعر	پروفیسر سلیمان اطہر جاوید	〃	〃
۹.	صفی کو میں نے دیکھا بھی سنا بھی	سعادت نظیر	〃	〃
۱۰.	صفی اورنگ آبادی	سید مرتضیٰ حسین صوفی	اردو کالج میگزین	۶۴ء
۱۱.	عرضِ مرتب	خواجہ حمید الدین شاہد	یادگار صفی نمبر سب رس	۱۹۵۶ء

۱۲. پیامات — گوپال راؤ ایکبوٹے، والدہ صاحبہ صفی، ڈاکٹر زور، حضر امجد، ڈاکٹر یوسف حسین خاں، پنڈت جذب عالمپوری ״ ״

۱۳. خطوط حضرت صفی بنام ابوالفیض فیاضی صاحب ״ ״

۱۴. آب حیات کا آخری شاعر — سید عبدالحفیظ محفوظ ״ ״

۱۵. کلام صفی کی چند خصوصیتیں — نصیرالدین ہاشمی صاحب ״ ״

۱۶. خطبۂ استقبالیہ یوم صفی ۱۹۵۵ء — عبدالقادر سروری صاحب ״ ״

۱۷. صفی کو جیسا دیکھا ویسا پایا — پروفیسر سید محمد صاحب ״ ״

۱۸. صفی کی عشقیہ شاعری — محمد منظور احمد صاحب ״ ״

۱۹. محاورات میں صفی کا مقام — ابو محمد سید علی سریر صاحب ״ ״

۲۰. صفی اور ان کی شاعری — منیر مسعود صاحب ״ ״

۲۱. صفی کے شاگرد — نذیر علی عدیل ״

۲۲. صفی پر ایک سرسری نظر — خواجہ حمیدالدین شاہد ״ ״

۲۳. صفی کی شاعری — ہاشم حسن سعید ״ ״

۲۴. صفی کی خانگی زندگی — صابر عارف ذکی ״ ״

۲۵. نظمیں :- خورشید احمد جامی، محمد غلام محبوب خاں مسلم ״ ״
خواجہ عبدالعلی صدیقی، بشیرالنساء بیگم بشیر ״
سعادت نظیر، مرزا روشن قادری، غلام علی حاوی ״

۲۶. صفی اورنگ آبادی — مرتضیٰ حسین صوفی — اردو کالج میگزین جنوری ۱۹۶۴ء

۵. صفی سے متعلق مضامین اخباروں میں :-

۱. ہائے صفی — تمکین کاظمی — سیاست حیدرآباد ۲۸ مارچ ۱۹۵۴ء

۲. صفی اورنگ آبادی — مصطفےٰ علی بیگ — ہمارا اقدام ۱۸ مئی ״

۳. حضرت صفی کی شاعری — سید لطف علی عابدی — انقلاب بمبئی جولائی ۱۹۵۴ء

۴. حضرت صفی کیا تھے — خواجہ شوق — اگسٹ

۵. حضرت صفی پر مضمون — ڈاکٹر زینت ساجدہ — آل انڈیا ریڈیو حیدرآباد ۱۹۶۶ء

"خط" پر صفی کے اشعار

خط وہ کیا سادہ جو ملفوف ہوا اندر کاغذ
لے کے خالی کوئی کیا یار لے سر پر کاغذ

ان کے لطف ستم آمیز کوئی کیا سمجھے
خط بھی آتے ہیں تو محصول طلب آتے ہیں

ہوئی کوئی نہ کوئی ناگواری خیر ہو یا رب
جواب خط کے بدلے خود وہی حافظ جواب آیا

محبت کا یہ "چکر" بھی عجب چکر ہے اے ہمدم
کہ جو خط میرے نام آنے کو تھا دشمن کے نام آیا

صفی وہ کب کسی خط کا جواب دیتے ہیں
مرض ہے تجھ کو بھی کاغذ سیاہ کرنے کا

چھپایا آپ نے خط کیوں یہی نا !!
کوئی کاتب کوئی مکتوب ہوگا !!

مرتب کی کتابوں پر مشاہیر اردو کے تاثرات

تلامذہ صفی

جناب محبوب علی خاں اخگر صاحب صفی کے شاگردوں کا تذکرہ مرتب فرما رہے ہیں بہتر ہوگا کہ تلامذہ کے اصلاح شدہ اشعار بھی پیش کریں خواہ وہ دو دو چار چار اشعار ہی سہی۔ اس سے مبتدی اور نوجوان شعرا استفادہ کریں گے اور عام قاری بھی فیض یاب ہوسکیں گے۔

محمد اکبر الدین صدیقی
ریڈر ریٹائرڈ عثمانیہ یونیورسٹی
چار قندیل آغا پورہ حیدرآباد

مجھے خوشی ہے کہ جناب محبوب علی خاں اخگر تلمیذ حضرت حاوی یہ کام بہ حسن وخوبی انجام دے رہے ہیں۔

پروفیسر رفیعہ سلطانہ
۱۲/۱ ۔ ۲ ۔ ۱۲ پھول بن

جناب محبوب علی خاں اخگر نے شاگردان صفی کے اشعار ہم تک پہنچائے اور میں جناب اخگر کے چند شعر بطور نمونہ نذر قارئین کرنا چاہتا ہوں جن کے پڑھنے سے اس بات کا اندازہ ہو جائے گا کہ کس طرح حضرت داغ، حضرت صفی اورنگ آبادی کا رنگ چھنتا ہوا جناب حاوی کے ذریعہ جناب محبوب علیخاں اخگر تک پہنچا ہے۔

رؤف رحیم ایم اے

حیدرآباد کی تاریخ کے حالیہ آگ وخون کے ہولناک فسادات اور قتل و غارت گری کے مجنونانہ تباہ کن واقعات (جب کہ یہ شہر بھاگیہ نگر کرفیو نگر بن گیا تھا) کے دوران ان کے کام کرنے کا جذبہ سرد نہیں ہوا بلکہ انھوں نے کرفیو کی چھوٹ کے وقفے میں بھی اپنی سرگرمیاں جاری رکھیں۔ بہرحال اخگر صاحب نے اپنی آتش شوق کو ٹھنڈی ہونے نہیں دیا۔ اس ناچیز طالب علم کی محدود معلومات میں شاید ہی کوئی ایسا تذکرہ مرتب کیا گیا ہو جس میں ایک ہی مکتب سخن کے اتنے کثیر شاگردوں کا ذکر بہ یک وقت پایا جائے جس

کے لیے سرزمین دکن جو صدیوں سے علوم و فنون کا گہوارہ رہی ہے، جتنا بھی ناز کرے کم ہے ! دُعا ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ اس کتاب کو شرف قبولیت سے نوازے.

خواجہ معین الدین عزمی (کنساس امریکہ)

برادرم محبوب علی خاں اخگر جنہوں نے صفی اسکول کو ثباتِ دوام دینے کا بیڑہ اٹھایا ہے جن کی کتاب "تلامذۂ صفی" نے ادبی دنیا میں ایک نئی روشنی پھیلائی ہے.

مغلپورہ حیدرآباد　　　　خورشید جنیدی

ایک ایسے وقت میں جب کہ دیس کا کونہ کونہ آگ و خون، قتل و غارت گری سے معمور ہے. شعر و شاعری، ادب و ادیب کے بارے میں لکھنا پڑھنا سوچنا ایک ایسی انفرادیت ہے جو کم ہی لوگوں میں پائی جاتی ہے۔

بہرحال وقت، محنت، دولت و صلاحیت کو داؤ پر لگا کر آپ نے "تلامذۂ صفی" کی صورت میں ادب و شعر کی محفل سجائی اور بہت سے بھولے بسرے شاعروں کی یاد تازہ کر دی، یہ کام دنیائے ادب اور خصوصاً حیدرآباد کے مکتبِ صفی کی دنیا میں ایک مینار کی حیثیت کا حامل ہے. اپنے آپ عاید کردہ ایک فریضہ سے بہرحال آپ نے سبکدوشی حاصل کر لی.

۶ ر نومبر ۱۹۹۰ء　　　　سید عبدالحفیظ محفوظ، بشیر باغ حیدرآباد

تلامذۂ صفی کی چھان بین کی پیچیدہ مہم محبوب علیخاں اخگر قادری نے اُٹھائی. اخگر صفی کے ایک تلمیذِ ارشد غلام علی خاں حاوی مرحوم کے شاگرد ہیں. حاوی مرحوم سے مجھے نیاز حاصل تھا. فنِ سخن میں نہایت نکتہ رس اور دقیقہ سنج تھے. شعر کمالِ احتیاط سے کہتے تھے. استاد کی دقتِ نظر اور احتیاط اخگر کی شاعری میں کہاں تک آئی اس گفتگو کا یہ موقع نہیں. تاہم اخگر کی تلاش و تحقیق میں حاوی کا حزم و احتیاط ضرور کارفرما ہے.

تلامذۂ صفی اور کرم نامہ سب کے سب ایک ساتھ نازل ہوئے. ورق گردانی

کی بہت دل خوش ہوا۔ یہ جان کر خوشی ہوئی کہ آپ حضرت حاوی مرحوم کے شاگرد ہیں۔
کیا کہنا۔ جناب حاوی صاحب سے مجھے نیاز حاصل تھا۔ مجھ پر بڑی شفقت تھی۔
ان کے تعلق سے میرے احساسات ہمیشہ قدر و احترام میں ڈوبے ہوئے ہیں۔

۱۷ر جون ۱۹۹۱ء — محمد ضیاء الدین احمد شکیب (لندن)

محبوب علی خاں اخگر قادری نے تلامذۂ صفی اورنگ آبادی شائع کیا ہے اور مبارکباد کے مستحق ہیں کہ انھوں نے اس دشوار گزار مرحلہ کو طے کیا اور نہایت لگن محنت، تلاش و تحقیق کے بعد صفی کے پرستاروں کو یہ تحفہ دیا۔ پروفیسر سلیمان اطہر جاوید (ترقی)

منصف ۸ ڈسمبر ۹۱ء

صفی اورنگ آبادی کے شاگردوں کا یہ بڑا معلومات آفریں تذکرہ ہے جسے محبوب علیخاں اخگر نے مرتب کیا ہے۔ ان کا بلاواسطہ تعلق حضرت صفی سے بڑا گہرا ہے۔ وہ صفی مرحوم کے عزیز ترین اور قابل ترین شاگرد غلام علی حاوی کے شاگرد ہیں

اردو بلٹز ۲۵ر اپریل ۹۲ء — عزیز قیسی (بمبئی)

محبوب علی خاں اخگر نے صفی اورنگ آبادی کے شاگردوں کی ادبی تاریخ کو اپنی کتاب تلامذۂ صفی میں بند کیا ہے۔ جسے مستقبل کے محقق اور نقاد نہ صرف کھول کر پڑھیں گے بلکہ ادب کی تاریخ مرتب کرتے وقت صفی اور ان کے شاگردوں کے کارناموں کو اہمیت کے حامل خصوصیات کا درجہ دیں گے۔

۲۶ر جولائی ۱۹۹۲ء — شاہینہ ثروت
مولانا آزاد کالج اورنگ آباد اورنگ آباد ٹائمز

تلامذۂ صفی اورنگ آبادی ایک اچھی علمی خدمت ہے۔ (حیدرآباد، جس کو میں

شہر علم، شہرِ تصوف اور شہر تہذیب کہتا ہوں) کی علمی اور ادبی تاریخ کی تکمیل کے لیے ضروری ہے کہ پہلے فرداً فرداً ادیبوں اور شاعروں کی خدمات کا اعتراف کیا جائے۔ مجھے خوشی ہے کہ محبوب علی خاں اخگر صاحب نے یہ کارِ خیر انجام دیا ہے۔ اور تلامذہ صفی کے بارے میں اپنی معلومات کو یکجا کر دیا ہے۔ میرا یقین ہے کہ اس کتاب سے صفی شناسی اور حیدر آباد شناسی کی طرف پیش رفت ہوگی۔

۳۰ ستمبر ۱۹۹۲ء

پروفیسر عنوان چشتی
جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی

تلامذۂ صفی اورنگ آبادی ایک نادر روزگار کتاب ہے۔ ایک ہی سخنور کے اتنی بڑی تعداد میں شاگردوں کے حالات اور نمونۂ کلام کا بہم پہنچانا کوئی معمولی بات نہیں۔ محبوب علی خاں اخگر کی ہمت مردانہ کی داد دینی چاہیئے کہ انھوں نے وظیفہ حاصل کرنے کے بعد اس کام کا بیڑہ اُٹھایا۔

صفی کے ۱۵۷ مستند شاگردوں میں ۸۶ کے حالات زندگی اور نمونۂ کلام کی فراہمی کے ساتھ ساتھ انھوں نے کم از کم ۶۳ شاگردوں کی تصویریں بھی اس کتاب کے ساتھ زندہ و جاوید بنادی ہیں۔

اقتباس تبصرہ ماہنامہ آندھرا پردیش جنوری ۹۳ء

پروفیسر یعقوب عمر
صدر شعبۂ فارسی نظام کالج حیدرآباد

اخگر قادری صاحب نے بڑی عرق ریزی اور جستجو کے ذریعہ صفی اورنگ آبادی کے ۱۵۷ تلامذہ کی فہرست تیار کی، ۸۶ شاگردوں کے حالاتِ زندگی اور نمونہ کلام کو یکجا کیا اور ۶۳ تلامذہ کی تصویریں حاصل کرنے میں کامیابی حاصل کی۔ مرحوم شعراء کی تاریخ ولادت اور تاریخِ وفات کے حصول کے لیے انھیں ان کی قبور کے کتبوں تک بھی پہنچنا پڑا۔ ان کی ساری کد و کاوش اور ان تھک کوششوں کا ثمرہ "تلامذہ صفی اورنگ آبادی" کی صورت میں ہمارے سامنے موجود ہے۔

محبوب علی خاں اخگر قادری قابلِ مبارکباد ہیں کہ انھوں نے ایک صبر آزما اور ناقابلِ تسخیر مہم کو بڑی حد تک کامیابی کے ساتھ سرکرکے تلامذۂ صفی کے نام اور کام کو جو دست بُردِ زمانہ سے معدوم ہوتے جارہے تھے، موجودہ اور آیندہ نسلوں کے لیے محفوظ کر لیا۔

ڈاکٹر محمد علی اثر

۸ر فروری ۹۳ء　　　　اقتباس　ہماری زبان۔ دہلی

زیرِ تبصرہ کتاب کے مرتب محبوب علی خاں اخگر قادری نے حضرت صفی کے چار سو شاگردوں میں سے ۸۶ شاگردوں کا ذکر کیا ہے۔ اور کتاب کے صفحہ ۲۴۰ پر حضرت صفی کے اُن تلامذہ کی فہرست بھی دے دی ہے جو بقیدِ حیات ہیں۔ یہ کتاب تذکرہ نگاری کے باب میں ایک اضافہ ہے جس کے مطالعہ سے صفی اورنگ آبادی اور ان کے تلامذہ کی شاعری ہی سے نہیں بلکہ اس دَور کی قدروں سے بھی قاری آگاہ ہوسکتا ہے۔

اکتوبر　　　　پروانہ ردولوی

۱۹۹۲ء　　　　ماہنامہ ایوانِ اردو دہلی

جناب محبوب علی خاں اخگر قادری کا یہ اقدام قابلِ ستائش ہے کہ انھوں نے "زندہ کلام" والے اس مرحوم شاعر کے حقیقی شاگردوں کی فہرست مرتب کرکے "تلامذۂ صفی اورنگ آبادی" کے زیرِ عنوان کتاب شائع کی ہے۔ اس کتاب میں ۸۶ تلامذہ کا ذکر ہے، ان میں بہت سے مرحوم ہو چکے اور کچھ بقیدِ حیات ہیں۔

حسینی جاوید

روزنامہ رہنمائے دکن ۲۱ر فروری ۹۳ء

حیدرآباد میں صفی اسکول شعر و ادب کا ایک عہد استوار تھا اب نہ وہ ساقی ہے نہ مئے خانہ۔ رہے نام اللہ کا "تلامذۂ صفی" پڑھے جانیوالی کتاب ہے اس کی ترتیب کے لیے جناب اخگر مبارکباد کے مستحق قرار پاتے ہیں۔

ماہنامہ شمس الادب　　　　ابنِ نامی

محبوب علی خاں اخگر نے اسے مکمل دستاویز بنانے کی پوری سعی کی ہے "تلامذہ کی تاریخ پیدائش اور تاریخ وفات بھی جہاں جہاں ملی درج کی ہے۔ ان کے حالات زندگی اور کلام کا نمونہ بھی دیا ہے۔ جگہ جگہ صفی سے متعلق صفی کے بارے میں انتخاب کلام صفی صفی کے ضرب الامثال، منتخب اشعار صفی درج کیے گئے ہیں" تلامذہ کی تصاویر بھی ہیں۔ مضامین پُر معنی ہیں۔ گہرائی میں جا کر لکھے گئے ہیں۔ معلوماتی ہیں۔ مُرتب نے اپنے دادا استاد اور استاد کی یاد میں ایک خاصہ بڑا کارنامہ سرانجام دیا ہے۔

آج کل، دہلی مئی ۹۳ء رام لعل نابھوی، نابھا (پنجاب)

"خیالاتِ حادی"

خیالاتِ حادی کے لیے شکر گزار ہوں۔ آپ نے نہایت گرانقدر کام کیا ہے۔ یہ جان کر مزید مسرت ہوئی کہ "اصلاحاتِ صفی" زیرِ طباعت ہے۔ صفی کو اردو شاعری میں اُن کا مقام ملنا چاہیئے۔ اور اس کی ذمہ داری ہم پر ہے۔ یقین ہے آپ کی مساعی بار آور ہوں گی۔

پروفیسر سلیمان اطہر جاوید

۱۲ر ستمبر ۹۲ء (تروپتی)

یہ ایک شعری مجموعہ ہے۔ شاعر ہیں مولوی غلام علی حادی مرحوم جانشین حضرت صفی اورنگ آبادی، حادی صاحب ۲۷ر جمادی الآخر ۱۳۱۱ھ کو پیدا ہوئے اور ۱۵ر ذی الحجہ ۱۳۸۸ھ کو بعمر ۷۱ سال مالکِ حقیقی سے جا ملے۔ اس مجموعہ کو مرتب کیا ہے ان کے شاگرد محبوب علیخاں اخگر قادری نے، اور مدد فرمائی ہے حادی صاحب کے فرزند محمد یحییٰ خالد نے جو کینیڈا میں مقیم ہیں۔ یہ دونوں اصحاب مبارکباد کے مستحق ہیں۔ بزرگوں کو یاد رکھنا اور ان کی یاد قائم کرنا عزیزوں کا فرض ہے۔ کتاب تصاویر سے مزین ہے۔ کچھ مضامین میں حادی صاحب کی شکل و شباہت، لباس، عادات، مطالعہ، ان کا فارغ الاصلاح ہونا، ان کی غزل، رباعی، قصیدہ، مثنوی، نظم، تاریخ گوئی، عربی، فارسی اور علوم سے واقفیت، فنِ خطاطی، علمِ عروض، ان کی شادی، اولاد، دیوانِ حادی کا گم ہونا، پھر ملنا وغیرہ کا ذکر تو ہے ہی۔ ان کے کلام کا تجزیہ بھی کیا گیا ہے۔ تجزیہ کرنے والے مقتدر نقادان فن ہیں۔

رام لعل نابھوی نابھا

یحییٰ خالد نے اخگر صاحب سے خواہش کی کہ والد کا مجموعہ کلام وہاں سے حاصل کر کے ترتیب و اشاعت کی ذمہ داری قبول کریں۔ یہ اہم ترین فریضہ ان جیسے مستعد فعال، حرکیاتی اور ذہنی شخصیت کے علاوہ کسی اور کے بس کا نہیں تھا۔ ایسے موقعوں پر جب اللہ کسی کے نام اور کام کو زندہ و باقی رکھنا چاہتا ہے تو کسی اہلِ خرد کو جنوں آشنا کر دیتا ہے اور وہ کام کی تکمیل کا بیڑہ اپنے سر لے کر علمی اور ادبی یادگار چھوڑ جاتے ہیں۔

حضرت حاوی کے شاگردِ رشید اخگر صاحب اور حاوی صاحب کے فرزندِ ارجمند محمد یحییٰ خالد نے یہی تو کیا! ایک نے اپنے والد کے علمی ورثہ کی اشاعت و حفاظت کے لیے مالی ذمہ داری کا حق ادا کیا تو دوسرے نے اپنے شفیق استاد کے شعری سرمایہ کی ترتیب و تدوین کے علمی کام اور کتابت و طباعت کے سارے علمی مراحل طے کر کے ایک سچے ادب شناس اور مخلص شاگرد ہونے کا بیّن ثبوت دیا ہر دو کی یہ مخلصانہ اور فرزندانہ خدمات ہر اعتبار سے لائقِ ستائش اور قابلِ مبارکباد ہے کہ انھوں نے ان قیمتی اوراق کو برگِ خزاں رسیدہ بن جانے سے محفوظ کر لیا۔

خواجہ معین الدین عزمی
(کنساس اسٹیٹ ۔ امریکہ)

طباعت و اشاعت کے سلسلے میں جناب اخگر کا انتخاب نہایت موزوں ثابت ہوا اخگر شاعری کے سوا اردو ادب کے خدمت گزاروں میں ایک نمایاں مقام رکھتے ہیں موصوف کی مرتبہ کتابیں تلامذہ صفی اورنگ آبادی، شمع فروزاں اور تاریخ و ادب مصنفہ عمر خالدی و محمد نورالدین خاں صاحب کی طباعت آپ کی انتظامی صلاحیتوں کا بیّن ثبوت ہے۔

بہرحال علامہ حاوی کے فرزندِ حقیقی اور فرزند معنوی دونوں نے اپنا اپنا حق ادا کیا چنانچہ ان دونوں کی کوششوں کا مظہر "خیالاتِ حاوی" کی صورت میں موجود ہے۔

سید عبدالحفیظ محفوظ
بشیر باغ۔

یہ میرے لیے باعثِ سعادت اور والدین کی اخروی خوشنودی کا سبب ہے کہ خدائے بزرگ و برتر نے مجھے "خیالاتِ حادی" کو اپنے ذاتی صرفے سے شائع کرنے کا موقع عطا فرمایا۔

اگر عم محترم جناب محبوب علی خاں اخگر اس ذمہ داری کو قبول نہ فرماتے تو اس مجموعۂ کلام کے زیورِ طبع سے آراستہ ہونے کے امکانات موہوم ہو جاتے اور شعر و ادب کی دنیا مکتبِ صفی کے بالغ نظر، ماہرِ عروض داں اور وسیع معلومات رکھنے والے دکن کے اہلِ زبان، بلند فکر سخنور کے "خیالاتِ حادی" سے محروم رہتی۔ فی الجملہ یہ کہ میرا دلی ہدیۂ تشکر ان کی نذر ہے جس کے لیے میرے محدود دائرۂ علم میں لفظوں کا کال ہے۔

محمد یحییٰ خالد
ابنِ حادی

اونٹوریو
کینیڈا

حادی کے شاگرد، جناب محبوب علی خاں اخگر نے حضرت حادی کا منتخب کلام "خیالاتِ حادی" کے عنوان سے مرتب کر کے اردو والوں کو سرزمینِ دکن کے ایک جوہرِ قابل سے متعارف کروایا ہے۔ ان کے اس جذبۂ عقیدت مندی کی جتنی بھی قدر کی جائے کم ہے۔

پروفیسر اشرف رفیع
(صدر شعبۂ اردو، عثمانیہ یونیورسٹی)

حضرت حادی کے فرزند محمد یحییٰ خالد نے جو اس وقت کینیڈا میں مقیم ہیں اس طرف توجہ کی اور اپنے والدِ مرحوم کے مجموعۂ کلام "خیالاتِ حادی" کی طباعت و اشاعت میں سرمایہ لگا کر اس کو منظرِ عام پر لانے کا اہتمام کیا۔ اس مجموعہ کلام کے دیگر لوازمات یعنی اس کی ترتیب و تزئین میں ان کے تلمیذ و جانشین جناب محبوب علی خاں اخگر نے پوری مدد کی، اس طرح ہر دو اصحاب لائقِ ستائش ہیں۔

سید نظیر علی عدیل

بیت النظیر مغلپورہ۔

اخگر کی شاعری روایت وجدت کا حسین امتزاج ہے۔ زبان سادہ لیکن بامحاورہ ہے۔ فکر کی بلندی اور جذبات کی گہرائی اخگر کے اکثر اشعار میں نمایاں ہے۔ تجربات اور مشاہدات کی خوشبو سے اس شاعر کی بیشتر شعری تخلیقات معطر ہیں۔

۱۳ر نومبر تا ۱۹ر نومبر ۱۹۹۴ء راشٹریہ سہارا (دہلی)

چالیس برسوں سے شعر و ادب کی خدمت کر رہے ہیں۔ ماہر صفی اورنگ آبادی تسلیم کیے جاتے ہیں چار تصانیف شائع ہو کر مقبول عام ہو چکی ہیں۔ تین زیر ترتیب ہیں۔

۶ر مئی ۱۹۹۵ء اردو بلٹز بمبئی

خیالات حادی کی رسم اجراء انجام دیتے ہوئے کہا کہ صفی اورنگ آبادی نے ارض دکن پر شعر و سخن کی جو شمع روشن کی تھی اس کی ضیا پاشیوں سے آج تک بھی علم و فن کی محفلیں منور ہیں۔ غلام علی حادی کا شمار استاد سخن میں ہوتا ہے۔ فاضل مرتب کو کتاب کی اشاعت کے لیے مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

سیاست سید رحمت علی

۲۱ر فروری ۱۹۹۳ء صدر نشین اردو اکیڈیمی

قطعہ حضرت صفی

تم اپنی بزم میں اتنا تو انتظام کرو!
کہ قاعدے سے قرینے سے بیٹھے جو بیٹھے

ہے اس طرح درِ دولت پہ عاشقوں کا ہجوم
کوئی یہ سمجھے بھکاری ہیں بھیک کو بیٹھے

جناب محبوب علی خاں اخگر قادری نے پہلا ادبی کارنامہ یہ انجام دیا کہ حضرت صفی کے (چھیاسی) ۸۶ شاگردوں کا محققانہ جامع تذکرہ مرتب کر کے ۱۹۹۱ء میں بڑے آب تاب سے "تلامذۂ صفی اورنگ آبادی" کے نام سے شائع کیا جسے اصحابِ ذوق نے قدر و منزلت سے دیکھا اور پذیرائی کی۔ ایک منزل سے دوسری منزل پر آکر سستانے کی بجائے ان کے ذوقِ علم اور جہدِ مسلسل کا ایک اور کرشمہ "اصلاحاتِ صفی" کے روپ میں چند مہینے بعد ہی جلوہ آرا ہوا۔ سچ تو یہ ہے کہ جو کام کسی ادارہ یا انجمن نے نہیں کیا، پیکرِ عمل جناب اخگر نے تنہا کر دکھایا۔

جناب اخگر نے بہت بڑی ادبی خدمت کی ہے۔ کسی مالی تعاون سے بے نیاز اور فکرِ سود و زیاں سے بے پروا جناب اخگر سچی لگن اور جستجو سے پیہم سے جو علمی کام انجام دے رہے ہیں وہ لائقِ تحسین و ستائش ہے۔ ان کا کام ان کے نام کو یقیناً زندہ رکھے گا۔

محمد نور الدین خاں
(صدر ادیبانِ دکن)

۲۰ ستمبر ۱۹۹۲ء
(دیوڑھی نواب مشرف جنگ فیاض)

اخگر قادری صاحب نے روزنامہ منصف کے ادبی ایڈیشن میں ۱۲ قسطوں میں صفی کی اصلاحیں شائع کیں اور اب انہوں نے اصلاحاتِ صفی کے ایک وافر ذخیرے کو کتابی صورت میں شائع کر کے نہ صرف انھیں ضائع ہونے سے بچا لیا ہے بلکہ قارئین اور شعرا کے ایک وسیع حلقے کو ان اصلاحوں سے استفادہ کرنے کا موقع بھی عطا کیا ہے۔
امید کہ اردو کے ادبی اور علمی حلقوں میں اس کتاب کی خاطر خواہ پذیرائی ہوگی۔

ڈاکٹر محمد علی اثر
ریڈر شعبۂ اردو جامعہ عثمانیہ

"کاشانۂ اثر"
حیدرآباد

اخگر صاحب قابلِ مبارکباد ہیں جو صفی کے کلام کو نہ صرف محفوظ کر رہے ہیں بلکہ شعر و ادب کی ایک اہم خدمت انجام دے رہے ہیں۔ جو اپنی نوعیت کا بالکل اچھوتا کام

ہے۔ جس کی جتنی بھی قدر کی جائے کم ہے۔

ڈاکٹر یوسف سرمست
(پروفیسر صدر شعبۂ اردو عثمانیہ یونیورسٹی)

"کنعان" روڈ نمبر ۱۲ بنجارہ ہلز حیدرآباد

اخگر صاحب نے انتہائی تگ و دو اور تلاش و جستجو سے معلومات فراہم کیں اور اسے کتاب کی شکل میں شائع کیا ہے

آفریں باد بریں ہمت مردانہ او

پروفیسر یعقوب عُمر
(صدر شعبۂ فارسی نظام کالج)

کوچۂ نسیم
حیدرآباد

جناب محبوب علی خاں اخگر قادری حیدرآباد کے باشندے ہیں۔ تحقیق کے آدمی ہیں۔ میں ۱۹۹۰ء تک حیدرآباد میں رہا۔ افسوس کہ کبھی ان سے ملنے کا موقع نہ ملا۔ اب جب کہ میں لکھنؤ منتقل ہوگیا ہوں، انھوں نے اپنا بیش بہا مطبوعہ کارنامہ تلامذۂ صفی اورنگ آبادی اور زیرِ طبع کام اصلاحاتِ صفی کے کچھ اجزاء مجھے عنایت کیے۔ انھیں دیکھ کر احساس ہوا کہ کاش حیدرآباد میں کبھی ان سے یاد اللہ ہوگئی ہوتی۔

اخگر قادری صاحب نے بہت دوڑ دھوپ، عرق ریزی و دیدہ ریزی کر کے تلامذۂ صفی اورنگ آبادی مرتب کی۔ میں ان کے اس کام سے خوش ہوں۔ اخگر صاحب اصلاحاتِ صفی اور مکاتیب صفی بھی مرتب کر چکے ہیں۔ صفی اورنگ آبادی کی اصلاحوں کو دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ استادِ سخن تھے۔ اخگر صاحب نے ان کی اصلاحوں کو اکٹھا کر کے ان کی تدوین کی۔ اس سے بہتوں کا بھلا ہوگا۔ زبان و بیان کی بے مہار آزادی کے دور میں اس قسم کی کتاب کی افادیت "عیاں راچہ بیاں" کی مصداق ہے۔ میں اُمید کرتا ہوں کہ اہلِ سخن اور اہلِ نقد اس مجموعہ کا مطالعہ کر کے مستفیض ہوں گے۔

پروفیسر گیان چند جین

لکھنؤ، ۷ ستمبر ۹۲ء

صاحبِ موصوف میں نوجوانوں کی سی عزم و ہمت، حوصلہ اور توانائی ہے۔ پچھلے ½ ۱ ۔ ۲ سال کے اندر چھ کتابیں پیش کرتے ہیں۔ اس دورِ ابتلا میں ایسے لوگوں کا وجود بسا غنیمت ہے کہ ؂

اِنھیں کے سوزِ عمل سے ہیں اُمتوں کے نظام

مفطر مجاز

محبوب علیخاں اخگر نے صفی پر جو کام کیا ہے اور کر رہے ہیں وہ لائقِ قدر ہے۔ اردو شعر و ادب سے دلچسپی رکھنے والوں کو عموماً اور صفی کے پرستاروں اور شاگردوں کو خصوصاً اخگر کا شکر گزار ہونا چاہیئے۔ پروفیسر سلیمان اطہر جاوید

صفی اور اصلاحاتِ صفی

ابھی کچھ دن پہلے میرے ایک دوست جناب رؤف بیگ صاحب نے حیدرآباد سے "اصلاحاتِ صفی" کا ایک نسخہ روانہ کیا ہے جس کو جناب محبوب علی خاں اخگر نے مرتب کیا ہے۔ اب جو اصلاحاتِ صفی آئی تو گذشتہ دنوں کی باتیں اور گزرے واقعات ایک ایک کر کے سامنے آنے لگے۔

جناب محبوب علی خاں اخگر نے اس کتاب (اصلاحاتِ صفی) کے اشاریہ میں سب سے پہلے میرا نام رکھا ہے کہ صفی پر مضمون لکھنے والوں میں مجھے اولیت حاصل رہی ہے اب سے کوئی تیس چالیس سال پہلے بلکہ اس سے بھی کچھ آگے کی بات ہے جبکہ ریڈیو اسٹیشن چراغ علی گلی میں جناب محبوب علی صاحب کی نگرانی میں قائم تھا۔ جہاں سے خصوصی پروگرام نشر ہوا کرتے تھے۔ انہی پروگراموں میں میں نے صفی پر مضمون پڑھا ہے اپنے اس مضمون میں اور باتوں کے علاوہ میں نے یہ بھی کہا تھا کہ جناب صفی بہت پُرگو اور زود گو شاعر ہیں۔ ان کی ہر غزل کے سارے کے سارے اشعار منظرِ عام پر آجاتے ہیں جن کی وجہ سے اکثر اچھے اشعار ذرا دھم پڑ جاتے ہیں اس سلسلے میں میں نے کچھ مثالیں بھی دی تھیں اور آخر میں کہا تھا کہ اگر انتخاب ہوا کرے تو مناسب ہے۔ میں مضمون پڑھ کر واپس آرہا تھا چادر میناار کے پاس جہاں اب بسوں کا اڈہ ہے وہاں ایک چائے خانہ تھا جہاں

لوگ شام کو آکر بیٹھتے تھے اور ریڈیو سنتے تھے۔ صفی صاحب بھی اپنی ضروری مصروفیات سے فارغ ہوکر بلاناغہ یہیں آیا کرتے تھے جیسے ہی میری نظر ان پر پڑی میں سیکل سے اُتر کر ان کے پاس جا بیٹھا ابھی ایک دو لمحے بھی نہیں گزرے تھے کہ ایک ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ حضرت نے فرمایا "پاشاہ آپ ہم پر بھی وار کرنے لگے"۔ آج تک وہ مسکراہٹ جس میں خلوص تھا۔ محبت تھی اور استادانہ شان تھی مجھے یاد ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آج بھی میں ان کے سامنے بیٹھا ہوا ہوں۔

جناب اخگر تلامذہ صفی سے نہیں ہیں۔ ان کا تعلق جناب حاوی سے ہے جو صفی کے شاگرد رشید تھے۔ ان کے کلام کے تیور بتلاتے ہیں کہ جو سلسلہ کیفی صفی اور حاوی سے چلا ہے وہ برابر جاری رہا ہے۔ یہ شاعر سے زیادہ محقق کی حیثیت سے جانے پہچانے جاتے ہیں۔ اللہ کرے زور قلم اور زیادہ۔

صفی کے تعلق سے جناب محبوب علی خاں اخگر کی کتابیں ہمارے سامنے آتی جارہی ہیں اب عنقریب "محاورات صفی" بھی بازار میں آجائے گی۔ یہ ان کی اس دوڑ دھوپ کا نتیجہ ہے جس نے ان کو قبرستانوں کی زیارت کروائی اور فاتحہ خوانی کا ثواب بھی بخشا جس کا ذکر خود انھوں نے بڑے پر لطف انداز میں کیا ہے۔ جناب اخگر کی ان ادبی خدمات کی جس قدر ستائش کی جائے کم ہے انھوں نے نہ صرف صفی کو بہ حیثیت شاعر دوامی زندگی بخشی ہے بلکہ ادبی دنیا میں خود اپنے جیتے رہنے کے سامان بھی مہیا کر لیے ہیں۔

میں خاص طور پر جناب محبوب علی خاں اخگر کا ممنون ہوں کہ ان کے یہ ادبی کارنامے ایسی شخصیت کی یاد دلاتے رہتے ہیں جس کی شاعری کا یہ وہ اعجاز ہے کہ وہ نہ ہوتے ہوئے بھی ہم میں موجود ہے۔

رہے نام اللہ کا

صاحبزادہ میر اشرف الدین علی خاں
تلمیذ حضرت صفی اورنگ آبادی

اقتباس:
روزنامہ سیاست
۲۲۔۴۔۱۹۹۶ء

محبوب علی خاں اخگر نے صفی اورنگ آبادی کی اصلاحوں کو محنت، لگن اور اخلاص سے جمع کیا ہے۔ یہ کام اپنی جگہ ایک اہم علمی خدمت ہے جو دیر تک اور دور تک طالبانِ فن کی راہ میں اجالا کرتی رہے گی۔ میں اخگر صاحب کے اس علمی کام کا خیر مقدم کرتا ہوں۔

پروفیسر عنوان چشتی
(ڈین آف فیکلٹی جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی)

۳۔۹۔۱۹۹۳ء

آپ کی عنایت کردہ کتاب "اصلاحاتِ صفی" ملی۔ تہہ دل سے مشکور ہوں۔ میں نے ورق گردانی کی ہے اصلاحات برجستہ ہیں۔ افسوس استادی و شاگردی کی روایت ہی ختم ہوگئی ہے۔ کم از کم غزل میں تو اس روایت کی تجدید کی ضرورت ہے۔ ص ۵۴، ۵۵ پر آپ نے اساتذہ کے کلام پر صفی کی جو اصلاحیں درج کی ہیں وہ نرالی دریافت ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ تمام صورتوں میں صفی کی اصلاح سے شعر بہتر ہوگیا ہے لیکن کوئی چاہے تو غالب میر اور دوسرے شعرا کے اشعار پر بھی اصلاح کر سکتا ہے۔ بہت سے معروف میں بہتری کی گنجائش ہے۔

پروفیسر گیان چند جین

لکھنؤ ۲۳ اپریل ۱۹۹۳ء

جناب محبوب حسین جگر، جوائنٹ ایڈیٹر روزنامہ سیاست نے اصلاحاتِ صفی کی رسم اجراء انجام دیتے ہوئے کہا کہ "ادب میں اپنی طرز کی پہلی کتاب ہے جس میں شاگردوں کے کلام اور استاد کی اصلاحوں کو نہایت عرق ریزی سے جمع کیا گیا ہے۔"

محبوب حسین جگر
(جوائنٹ ایڈیٹر روزنامہ سیاست)

۲۱/۳/۱۹۹۳ء

محبوب علی خاں اخگر صاحب نے عمر کے اس حصے میں جب لوگ ہاتھ پیر توڑ کر اپنے یا دوسروں کے گوشہ گیر ہو جاتے ہیں، علم و ادب کی خدمت کا ایک بیڑہ اٹھا لیا ہے اور پے در پے کتابیں مرتب کر کے شائع کرتے چلے جا رہے ہیں۔

شعلۂ سخن

جناب اخگر نے ازراہِ کرم مجھے اپنے اس مجموعۂ کلام کا مسودہ مطالعہ کے لیے دیا اور مجھے ہر صفحے پر یاد رکھنے کے قابل شعر ملے۔ مجھے یقین ہے کہ شعلۂ سخن کی اشاعت اردو شاعری کے عظیم خزانے میں ایک اور باکمال شاعر کے فن کا اضافہ ہوگا۔

نیپرول — سید ہاشم علی اختر
۶ر اکتوبر ۱۹۹۳ء — (وائس چانسلر علیگڑھ مسلم یونیورسٹی)

آپ کا حسین وجمیل مجموعۂ کلام "شعلہ سخن" وصول ہوا۔ دیدہ زیب اور خوش رنگ ٹائیٹل دیکھ کر جی خوش ہوگیا اور آپ کے ذوق کی نفاست اور فنکارانہ افتادِ طبع کا قائل ہوگیا۔ ظاہر ہے کہ جس کتاب کا حُسن ظاہری اتنا دلکش ہو اُس کے باطنی حُسن کے کیا کہنے۔

۲۹ر مارچ — پروفیسر ثاقب انور
۱۹۹۴ء — (صدر شعبۂ انگریزی مولانا آزاد کالج)

مکرمی اخگر صاحب تسلیم، آپ کی دو بیش بہا نثری تصانیف پہلے سے میرے پاس تھیں، اب شعری تصنیف بھی آپ کی عنایتِ بے غایت سے مل گئی۔ تہہ دل سے ممنون ہوں۔ تنقید نگاری میں نیاز مند ہونے کے باعث میں معاصر شعر و افسانہ کے بارے میں رائے نہیں دے پاتا ہوں۔

لکھنؤ ۲۳ر فروری ۱۹۹۴ء — پروفیسر گیان چند جین

اخگر قادری کا شعری مجموعہ "شعلۂ سخن" پیش نظر ہے۔ اخگر کی شاعری ایک پختہ عمر اور پختہ مشق شاعر کی شاعری ہے۔

(ہماری زبان ۲۲ر جولائی ۱۹۹۴ء) — پروفیسر ظہیر احمد صدیقی (دہلی)

"خمریاتِ صفی"

"خمریاتِ" اردو شاعری کے اہم موضوعات میں سے ایک ہے۔ چونکہ غزل کا شعر ایک منفرد اکائی ہوتا ہے۔ نیز خود مکتفی اور اپنی جگہ مکمل ہوتا ہے۔ اس لیے غزل گو شاعر اپنے تخلیقی تجربے کو ارتکاز اور اختصار کے ساتھ، جامع شعر میں پیش کرتا ہے۔ اخلاق، اقدار، افکار اور جذبات کی طرح خمریات بھی ابتداء ہی سے غزل اور شاعری کے محبوب موضوعات میں سے ایک ہے۔ امام خمریات کا نام کس نے نہیں سنا ہوگا۔ دور کیوں جایئے، خود اردو میں ریاض خیر آبادی نے اگرچہ دختِ رز کو کبھی منہ سے نہیں لگایا۔ لیکن "خمریاتِ" پر اعلیٰ پائے کے اشعار سے اردو زبان و ادب کا دامن مالا مال کیا۔ صفی صاحب اسی قافلے میں شامل ہیں۔ جنھوں نے خمریات کے تازہ بہ تازہ اور نو بہ نو مضامین کو اپنی غزلوں کے اشعار میں جستہ جستہ پیش کیا۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ "خمریات" اردو شاعری خاص طور پر غزل کے رگ و پے میں شامل ہو کر ایک لازوال اور دلنواز روایت کا درجہ حاصل کر چکا ہے۔ مکتبہ صفی کے ہونہار شاگرد حضرت محبوب علی خان اخگر حیدرآبادی اس لیے قابلِ مبارکباد ہیں کہ انھوں نے صفی کے اشعار اور شاعری سے خمریات کے مضامین کو جمع کر کے کتابی صورت میں یکجا کر دیا۔ جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے اردو میں یہ اپنی نوعیت کا پہلا کام ہے۔ میری دعا ہے کہ اخگر صاحب کا یہ کام قبولِ عام کی سند حاصل کرے۔ آمین"۔

پروفیسر عنوان چشتی
شعبۂ اردو، جامعہ ملیہ اسلامیہ۔ نئی دہلی

27. 6. 96

خمریاتِ صفی

غالب کو زندہ رکھنے میں حالی کی جو خدمات ہیں یا اور ذوق کے منہ آبِ حیات ٹپکانے کے سلسلہ میں محمد حسین آزاد نے جو جائز و ناجائز وسائل اپنائے انھیں ادب کے طالب علم کبھی نظر انداز نہیں کر سکتے اسی طرح صفی کے لیے جناب اخگر نے جو کچھ کیا وہ اردو ادب، دکنی تہذیب اور مشرقی روایات کی ایک قابلِ تقلید مثال ہے۔

رؤف خیر
ایم اے

اقتباس تبصرہ روزنامہ منصف ۳ مارچ ۹۶ء

محترمی!

صفی فہمی کے سلسلے میں ایک اور کوشش ایک اور زاویہ ان دنوں خاص طور پر آپ نے صفی اورنگ آبادی کو اپنی ادبی دلچسپی کا موضوع بنایا ہے اس کے نتیجہ میں "تلامذہ صفی اورنگ آبادی اور اصلاحاتِ صفی" جیسی کتابیں منظرِ عام پر آئی ہیں اور اب آپ نے "خمریاتِ صفی" بھی شائع کی ہے آپ کی یہ کوشش صفی کے کلام سے عام دلچسپی رکھنے والے حلقوں میں زیادہ پسندیدہ ہوگی اور صفی کے کلام کو عام حلقوں میں مزید مقبولیت حاصل ہو سکتی ہے۔

پروفیسر سلیمان اطہر جاوید (تروپتی)

صفی سے متعلق اس اشاعتی پروگرام میں، محبوب علی خاں اخگر کا نام سرِ فہرست ہے۔ اخگر صاحب قبل ازیں "تلامذہ صفی" ۱۹۹۱ء "خیالاتِ مادی" ۱۹۹۲ء "اصلاحاتِ صفی" ۱۹۹۳ء اور اب یہ چوتھی کتاب بعنوان "خمریاتِ صفی" ۱۹۹۵ء پیشِ نظر ہے! اس طرح گویا انھوں نے چار پانچ سال کے عرصہ میں حضرت صفی اورنگ آبادی کے نام اور کام کو آگے بڑھا کر گویا صفی کی ایک طرح بازیافت کی ہے اور اپنا نام ہمیشہ کے لیے دنیائے اردو میں محفوظ کروا لیا ہے۔ ہم صفی مرحوم کے چاہنے والے اخگر صاحب کے اس گراں قدر کام کیلئے تہہ دل سے ممنون ہیں کہ انھوں نے اس کتاب کو ہم پرستارانِ صفی کے نام معنون کیا ہے۔۔۔ اس کتاب میں صفی کے ۱۷۱ اشعار کو تصویروں سے منعکس کیا گیا ہے۔ ان کو دیکھ کر عبدالرحمٰن چغتائی کی "مرقع چغتائی" (دیوانِ غالب) کی بے ساختہ یاد آتی ہے۔ فقط۔ خاکِ پائے اساتذہ

ریاست علی تاج
لیکچرر (ریٹائرڈ)

زیر تبصرہ کتاب میں مشہور شاعر صفی اورنگ آبادی کے خمریات سے متعلق اشعار مع تصویری خاکوں سے شائع کیے گئے ہیں۔ یہ خاکے اشعار کے مفہوم کے مطابق بنوائے گئے ہیں۔ مثلاً ایک خاکے میں مفتی صاحب قرآن خوانی کر رہے ہیں اور شاعر ہاتھ اٹھا کر ان سے کچھ کہہ رہا ہے لیکن اس کے تصور میں ساقی جام بکف ہے۔ اس خاکہ پر یہ شعر لکھا گیا ہے۔

بخشوانے کا مرے ساقی نے ذمہ لے لیا
مفتیان دیں کا ایسے وقت کیا ارشاد ہے

طباعت وکتابت کے لحاظ سے یہ کتاب دیدہ زیب ہے، سرورق بھی دلکش ہے مرتب نے خمریات صفی کو دلکش لیکن نئے انداز میں پیش کیا ہے اور اس لیے یہ توقع بے بنیاد نہیں کہ اس کتاب کی خاطر خواہ پذیرائی کی جائے گی۔ راشٹریہ دہلی ۲۰ رمئی ۹۶ء

سہارا

محبوب علی خاں اخگر قادری کی مرتب کردہ کتاب "خمریات صفی اورنگ آبادی" اردو ادب میں ایک ایسا بے مثال اضافہ ہے جس کو کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا، جس رنگینی اور خوبصورتی کے ساتھ اشعار کو مرقعوں کی شکل میں پیش کیا گیا ہے ان کو دیکھ کر عقل محو رہ جاتی ہے۔ اگر ان مرقعوں میں رنگینی ہوتی تو تھوڑی اور جان آجاتی تو شاید مرقع چغتائی بھی اس کو دیکھ کر شرما جاتی ولی آرٹسٹ نے اپنی تمام کوششوں کو بروئے کار لاکر یہ مرقعے بنائے ہیں۔

اخگر کی یہ پانچویں چنگاری ہے اس سے قبل انھوں نے تلامذۂ صفی، خیالات جاوی اصلاحات صفی اور شعلۂ سخن کے ذریعہ ادبی دنیا میں جو چنگاریاں چھوڑی ہیں ان کی چٹ پٹ ادب کے افق پر ابھی قائم ہے۔

م۔ ق۔ سلیم
ایم اے — (عثمانیہ)

اقتباس روزنامہ منصف ۳ ردسمبر ۱۹۹۵ء

جناب اخگر نے تلامذۂ صفی ۱۹۹۱ء میں شائع کرتے ہوئے شاگردان صفی کی بھول کا ازالہ کیا۔ پھر اصلاحات صفی ۱۹۹۳ء میں دے کر نو آموز شعراء کو مشعل راہ دکھائی اور

اب خمریات صفی دے کر سیکشان غزل کی تشنگی دور کی۔ جناب اختر نے حضرت صفی اورنگ آبادی کے اشعار کو دلی محمد صدیقی آرٹسٹ کے اسکیچس سے زندہ جاوید کر دیا۔ وہ اپنی دھن کے پکے اور انفرادیت پسند انسان ہیں۔

رؤف رحیم
ایم اے (عثمانیہ)
معتمد ادبستان دکن شکر گنج حیدرآباد

اقتباس تبصرہ
یکم جون ۱۹۶ء

خمریات صفی اورنگ آبادی یہ ایک حسین وجمیل تحفہ ہے۔ اہل علم کو صفی شناسی کی منزل کی طرف لیجانے کے لیے استاد کے نام وکام کو جناب اختر صاحب نے بڑے سلیقہ سے پیش کیا ہے جس کو دیکھ کر مرقع چغتائی کی یاد تازہ ہوگئی۔ اور ان کے ذوق کی نفاست کا پتہ چلتا ہے۔ اختر صاحب نے اصلاحات صفی۔ تلامذۂ صفی اور خمریات صفی مرتب و شائع کر کے اپنے استاد کے کارناموں کو حیات جاودان بخش دی۔

محبوب علی خاں اختر قابل ستائش ہیں کہ وہ اس دور ابتلاء میں حضرت صفی کے بارے میں لکھ کر پرستاران صفی کو متوجہ کر رہے ہیں کہ دیکھو علم کی خدمت کس طرح کرتے ہیں اور استاد کے نام اور کام کو کس طرح قائم رکھا جاتا ہے؟

لورالاسلام عفی عنہ

المرقوم ۱۴ر جون ۱۹۹۶ء
آغا پورہ

دُنیا میں ایسے لوگ بہت کم ہوتے ہیں جو اپنا وجود سیکڑوں ذہنوں پر مرتسم کر دیتے ہیں، ہزاروں دلوں میں قیام کرتے ہیں اور کتابوں میں تا قیامت اپنی شخصیت کو خود دوام بخشتے ہیں ایسی ہی ایک محبوب شخصیت محترم محبوب علی خاں اخگر قادری کی ہے جن کی زندگی اقبال کے فلسفۂ عمل سے تعبیر کی جاسکتی ہے۔ اخگر صاحب نہ صرف پیکرِ اخلاص، پیکرِ محبت اور پیکرِ عمل ہیں بلکہ ادیب، شاعر اور محقق بھی ہیں۔ ان کی قابلِ قدر صفت یہ ہے کہ خود فنکار ہوتے ہوئے فنکاروں کی ٹھوس خدمت کرتے ہیں۔

اخگر صاحب نے حضرت صفی جیسے عظیم شاعر کی تصانیف کو مرتب کر کے دنیائے ادب میں پیش کرنے کا سلسلہ "تلامذۂ صفی" سے شروع کیا۔ "تلامذۂ صفی" اور "اصلاحاتِ صفی" جیسی نادر کتب کے بعد اب "خمریاتِ صفی" جیسی دل چسپ اور سرور انگیز کتاب پیش کر کے تشنگانِ شعر و ادب پر ایک اور احسان کیا ہے۔

"خمریاتِ صفی" کی خصوصیت یہ ہے کہ اشعار کو تصویروں کے ساتھ پیش کیا گیا ہے جسے مایہ ناز مصور جناب ولی محمد صدیقی صاحب نے اپنے کمالِ فن سے مزین کیا۔ "خمریاتِ صفی" میں حضرت صفی کے اشعار پر اُسی مناسبت سے تصویریں، قارئین کو تصوراتی دنیا میں پہنچا دیتی ہیں۔ خمریاتِ صفی نہ صرف سخن فہم حضرات کے لیے خوبصورت ادبی سوغات ہے بلکہ ان حضرات کو بھی اپنی طرف متوجہ کیے بغیر نہیں رہتی جنھیں شاعری سے لگاؤ نہیں۔ جناب اخگر کی ناقابلِ فراموش ادبی خدمات ان کے اندر کے تعمیری انسان کو دنیائے شعر و ادب سے نہ صرف روشناس کراتی ہیں بلکہ ادبی ذہنوں سے ان کا رشتہ مضبوط کر کے ادب کی تاریخ میں ان کی شخصیت کو ہمیشہ ہمیشہ پرکشش بنائے رکھتی ہیں۔ ۲۳ جون ۹۶ء فاروق شکیل

ابنِ عدیل

ماشاءاللہ ۱۹۹۱ء سے آپ نے کتابوں کے مرتب کرنے کا ایسا آغاز کیا کہ ادبی اور شعری دنیا میں مسلسل چراغ روشن ہو رہے ہیں اور آئندہ بھی ہوتے رہیں گے. اپنی مرتب کردہ کتابوں کی طباعت و اشاعت کے علاوہ احباب کی کتابوں اور شعری مجموعوں کی اشاعت کا صبر آزما حسن اہتمام آپ کی زندگی کے اہم کارناموں میں ہمیشہ یاد کیا جاتا رہے گا۔ اداروں یا انجمنوں کے کرنے کے کام آپ تنہا اپنی ذات سے انجام دے رہے ہیں۔ یہ بہت ہی لائق ستائش قابل قدر ایسی یادگاریں ہیں جو تاریخ و ادب کے ساتھ زندہ رہیں گی۔ ہر بار آپ کے یہ کام خوب سے خوب تر کی داد لیے بغیر نہیں رہ سکتے۔ اللہ آپ کو صحت و عافیت کے ساتھ سلامت رکھے اور آپ کے حوصلوں میں اضافہ کرے۔

خواجہ معین الدین عزمی
(کنساس امریکہ)

۱۶ر جولائی ۹۶ء

جناب اخگر دبستانِ صفی سے وابستہ ہیں اسی لیے حضرت صفی سے بڑی عقیدتمندانہ وابستگی رکھتے ہیں، جس کا زندہ ثبوت اخگر صاحب کی مطبوعات "تلامذہ صفی اور اصلاحات صفی ہیں جو شمالی اور جنوبی ہند کے ادبی سرمایہ میں اپنا ایک مقام رکھتی ہیں۔

کتاب "خمریات صفی اورنگ آبادی" جس کا خوبصورت سرورق ہی قاری کو صفحات اُلٹنے پر مجبور کر دیتا ہے عموماً اردو کتاب کا سرورق ایک یا دو رنگوں پر مشتمل ہوتا ہے، لیکن مرتب نے خمریات صفی کے سرورق کو پانچ الگ الگ رنگوں سے سجایا ہے جس سے کتاب کی معنویت واضح ہو جاتی ہے۔ کتاب کا ایک ایک صفحہ بغور مطالعہ کی دعوت دیتا ہے۔

اقتباس تبصرہ: رہنمائے دکن
۳۰ر مئی ۱۹۹۶ء

محمد خلیل الدین صدیقی
ایم اے۔ بی ایڈ ریسرچ اسکالر

مکرمی جناب محبوب علی خاں صاحب اخگر

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا ۲۱ مارچ کو لکھا ہوا عنایت نامہ مجھے کیلیفورنیا میں اپریل میں ملا۔ اور آپ کی کتاب خمریاتِ صفی بھی وصول ہوئی۔ آپ اُن چند غیر معمولی لوگوں میں سے ہیں جو وظیفہ کے بعد زیادہ مصروف ہوجاتے ہیں ۱۹۹۱ء سے ۱۹۹۴ء تک چار کتابوں کے بعد اب خمریاتِ صفی کی اشاعت اور دو اور کتابوں کا زیرِ طبع ہونا کوئی معمولی بات نہیں ہے۔

آپ نے حضرت صفی کے تعلق سے جو کام کیا ہے وہ اُردو ادب کی ایک اچھی خدمت ہے۔ خمریاتِ صفی شاید مرقع چغتائی کے بعد حیدرآباد سے شائع ہونے والی پہلی کتاب ہے جس میں شعر کی مناسبت سے موزوں اور خوبصورت اسکیچ شامل ہیں۔ کتاب میں فارسی اور اردو کے اساتذہ اور مصنفین کے اعلیٰ پایہ کے مضامین سے عربی۔ فارسی اور اردو میں خمریات سے متعلقہ اشعار کا ذکر کتاب کی دلچسپی میں اضافہ کرتا ہے۔

مجھے یقین ہے کہ ادبی حلقوں میں اِس کتاب کی بڑی قدر ہوگی۔

مخلص

۳۰ جولائی ۱۹۹۶ء ٹیرول امریکہ

سید ہاشم علی اختر

سابق وائس چانسلر (عثمانیہ یونیورسٹی، علیگڑھ یونیورسٹی)

حضرت صفی اخگر صاحب کے دادا استاد ٹھہرتے ہیں اس رشتے سے موصوف نے صفی علیہ الرحمہ کے کارناموں کو پیش کرنے کی ایک مہم سر کر رکھی ہے چنانچہ اب تک دو کتابیں اصلاحاتِ صفی اور تلامذۂ صفی شائع ہوچکی ہیں اور یہ تیسری زیرِ نظر کاوش تو بڑی دقیقہ نظری کی متقاضی تھی جس کے لیے مرتب نے سارے کلامِ صفی کو بڑی جاں فشانی سے کھنگالا اور خمریاتِ صفی کا ایک گُلدستہ اہلِ علم وادب کی تسکینِ ذوق کے لیے پیش کیا ہے جس کی جس قدر قدر کی جائے کم ہے۔

خمریات کی ایک روایت میں مرقع نگاری بھی شامل ہے۔ رباعیاتِ خیام کے بیشتر ایڈیشنوں میں اس کی خاص رعایت رکھی گئی ہے اخگر صاحب نے اس روایت کو زندہ رکھتے ہوئے اشعارِ صفی پر بڑے خوبصورت خاکے بھی شریکِ کتاب کردیئے ہیں جس سے یہ شراب دو آتشہ ہوگئی ہے اس لیے شاید مرتب یہ کہنے میں حق بجانب ہوگا کہ

پیو کہ مفت لگادی ہے خونِ دل کی کشید
گراں ہے اب کے مئے لالہ فام کہتے ہیں!
(فیض)

مظفر مجاز
۸ اگست ۱۹۹۶ء

فرح کالونی
سعید آباد

عکس تحریر حضرت صفی اورنگ آبادی

مخدومی مکرمی سرطاعی[1] دام عنایتکم

تسلیم

آج کچھ لکھنا نہیں۔ اچھا ہوں دعا کرتا ہوں۔ مگر ایک بات لکھنی ہے۔ رکتا ہوں۔ ڈرتا ہوں۔ شرماتا ہوں۔ آپ کی کم فرصتی کا خیال۔ انہماک کا عالم۔ مریضوں کی کثرت۔ یہ سب پیش نظر ہیں۔ خدا کے لیے آپ خفا نہ ہوں۔ اور ہونا ہی ہو تو مجھ پر خفا ہو لیجیے۔

یہ بے چارے[2] میری دوا لاتے ہیں۔ میٹرک پڑھتے ہیں۔ آج سے ان کا سلیکشن ہے۔ ذرا ہفتے بھر تک کم فرصت ہیں۔ میری دوا جلد مل جایا کرے تو عنایت ہوگی۔ ایسی تحریر ایک بے احساس آدمی کی ہونی چاہیے تھی مگر میں کیا کروں ان کے ہاتھ سے دوا منگوانے کے لیے مجبور ہوں۔ مجھ پر رحم فرمائیے۔ ان سے کچھ نہ کہیے۔

الٰہی آفتاب تاثیر ادویہ تابان و درخشاں باد۔ ۲ فروری ۷۰ء

خاکسار

صفی

اورنگ آبادی

---

۱ حکیم عبدالقادر صاحب مہتمم شفا خانہ یونانی مغل پورہ۔

۲ ڈاکٹر ابوالنصر خالدی مرحوم (ریڈر شعبہ تاریخ) جامعہ عثمانیہ۔